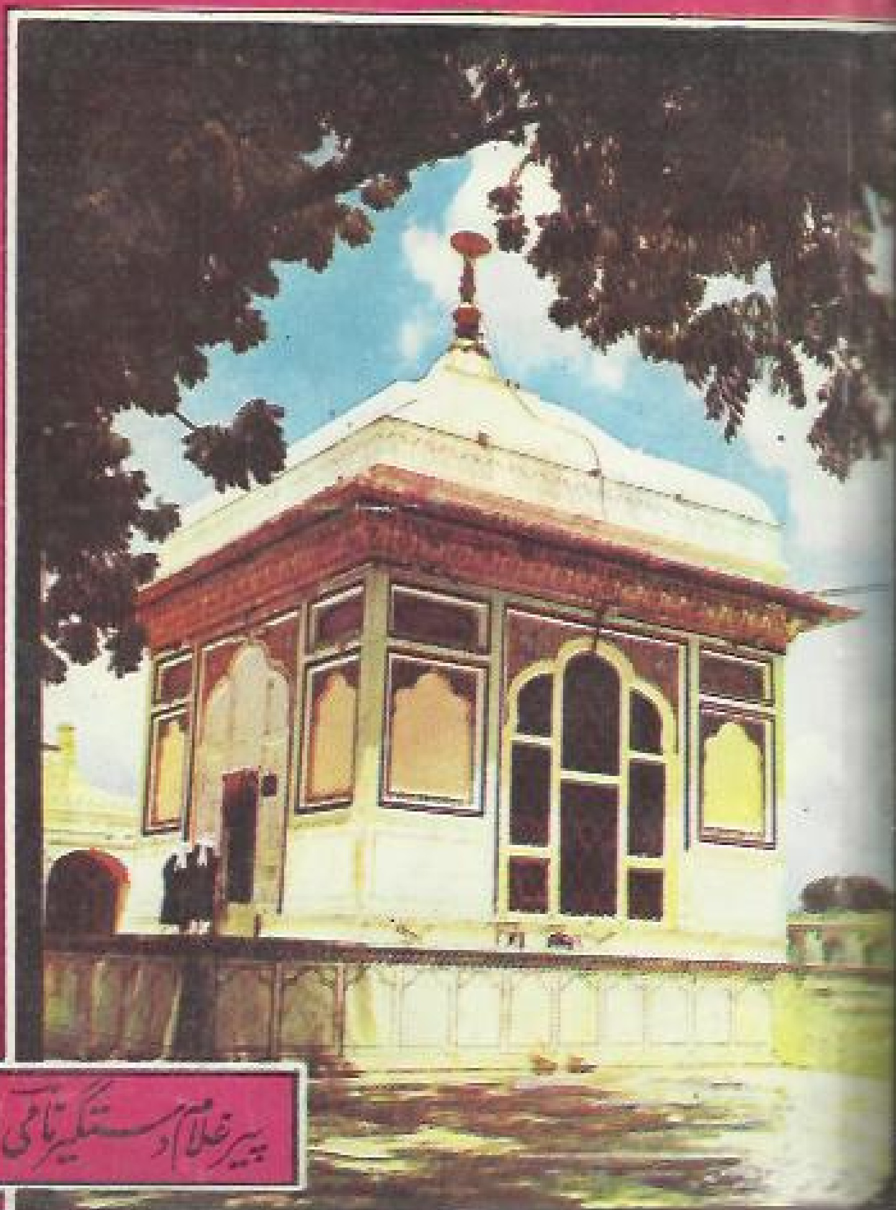
سوانح حیات

حضرت میاں میر

فاروقی قادری

رحمۃ اللہ علیہ



پیر غلام دستگیر نامی

سوانح حیات حضرت میاں میر فاروقی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ



ادارہ معارف نعمانیہ شاد باغ، لاہور (پاکستان)

سلسلہ اشاعت نمبر ۶۰

رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب .... سوانح حیات حضرت میاں میر فاروقی قادری

تالیف .... پیر غلام دستگیر نامیؒ

صفحات ۵۶

کمپوزنگ .... ایم یو کمپوزنگ سنٹر دربار مارکیٹ لاہور

تعداد ۱۵۰۰

سال اشاعت .... ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء

ناشر .... ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

ہدیہ .... دعائے خیر

نوٹ :

بیرونی حضرات =/۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے طلب کریں

عطیات بھیجنے کیلئے :

ادارہ معارف نعمانیہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۲۱ - ۱۵۰۲ حبیب بینک شادباغ برانچ لاہور

ملنے کا پتہ :

ادارہ معارف نعمانیہ ۳۲۳ شادباغ لاہور ۵۴۹۰۰ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

عرض ناشر

حضرت پیر غلام دستگیر نامی سہروردی سجادہ نشین حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی سہروردی (لاہور) داماد سلطان سکندر لودھی (رحمتہ اللہ علیہم) اپنے زمانے کے جید عالم، مورخ، ادیب، شاعر اور مصنف تھے اسلامی قانون وراثت اور فن تاریخ گوئی میں پورے ملک میں ان کا کوئی نظیر و سہیم نہیں تھا۔ پوری زندگی انھوں نے خدمت دین اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

دائرۃ الاصلاح لاہور کے ذریعے بے پناہ علمی خدمات سرانجام دیں اور خانقاہ جلیلہ کے اوقاف کی جانب سے متعدد ضخیم کتب سلسلہ سہروردیہ پر چھاپ کر بلاقیمت تقسیم کیں اور اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات پر "تاریخ جلیلہ" نامی کتاب لکھ کر سلسلہ سہروردیہ اور بزرگان لاہور کی توجہ کا مرکز بن گئے کاش ہر درگاہ کا ہر سجادہ نشین نامی صاحب جیسا صحیح العقیدہ سنی، ذی علم اور ناشر علوم دینیہ ہوتا تو آج کے حالات دیکھنے میں نہ آتے۔

حضرت نامی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے لاہور کے متعدد بزرگوں پر تبلیغی نکتہ نظر سے مختصر رسائل لکھے ان میں سے ایک رسالہ حضرت فاروق اعظم کے لخت جگر، غوث الاعظم کے فیض کے منبع و مرکز حضرت شیخ میاں میر رحمتہ اللہ علیہ پر ۱۳۷۸ھ میں تحریر فرمایا جو متعدد بار طبع ہونے کے باوجود ایک عرصہ سے ناپید تھا ـــــ چنانچہ حضرت نامی صاحب والے تبلیغی جذبہ کے تحت ہم اسے چھاپنے کی سعادت حاصل کر

رہے ہیں امید ہے کہ اہلسنت کا اصلاح پسند طبقہ اور دین مصطفوی کی سربلندی اور صحابہ کرام کی پیروی کے خواہشمند حضرات ہماری اس پیش کش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

حضرت ناہی رحمتہ اللہ علیہ کے پیروکار جناب میاں محمد دین کلیم مورخ لاہور نے تذکرہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ " کے نام سے ایک مفصل کتاب ۱۹۸۶ء میں لکھی جو ادارہ ضیاء القرآن لاہور سے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مقبول اہل نظر ہوئی تفصیلات کے خواہش مند جناب میاں کلیم صاحب مرحوم کی کتاب ملاحظہ فرمائیں

"ادارہ"

نوٹ :۔ اس کتاب کے اندر میاں جیو جہاں جہاں لکھا گیا ہے اس سے مراد حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۲۳ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ مطابق یکم مئی ۱۸۸۳ء

ارتحال مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ء بروز دوشنبہ

آخری آرام گاہ مدینہ پیراں ضلع شیخوپورہ

نتیجہ فکر ــــ ابوالطاہر فدا حسین فدا

واصلِ حق حضرت نامی ہوئے — رنج سے ہر دل بنا دارِ محن

اوڑھ کر ابرِ سیہ کی اک قبا — صورتِ باراں فلک تھا نالہ زن

نام نامی ہے "غلام دستگیر" — فقر کی رہ پر رہا جو گامزن

اے کہ تو تھا عاشقِ سبطِ رسول — مدحِ اہلِ بیت تیرا احسن فن

عشق کی تفسیر تھی تیری سرشت — تھی صحابہ سے تجھے بھی لگن

اللہ اللہ صوفیِ کامل تھا تو — مظہرِ نورِ خدا اے ذوالمنن

تیرے اوصافِ حمیدہ کے سبب — معتقد دل سے تھے شیخ و برہمن

ڈھونڈ لی تو نے صراطِ مستقیم — پا لیا اہلِ زمانہ کا چلن

عزم و استقلال تھا تیرا اٹل — سر کٹایا جو سرِ دار و رسن

مدحتِ اصحاب تھا تیرا شعار — ہر نفس مصروفِ ذکرِ چاریار

اہلِ دل اہلِ نظر، اہلِ قلم — اے کہ تو تھا باعثِ فخرِ زمن

فنِ نظم و نثر میں تیرے حضور — سر کو خم دیتے خداوندانِ فن

حضرتِ رومی کی نسبت کے سبب — تو نے پھونکی نظم میں روحِ سخن

تیری مشتِ خاک سے مہرِ ادب — ماہتابِ علم تھا جلوہ فگن

پھول جھڑتے تھے دمِ گفتار کیا — جھومتی مستی تھی وہیں روحِ چمن

پا گئے تجھ سے ہدایت کا سبق — دشمنانِ قوم اعدائے وطن

تھی ابھی دنیا کو تیری احتیاج — آ لیا تجھ کو اجل نے دفعتاً

قبر پہ ہو رحمتِ حق کا نزول — نور کی چادر بنے تیرا کفن

پوچھی جب تاریخِ رحلت اے فدا

بولا ہاتف "نامی شیریں سخن"

۱۳۸۱ھ

فہرست مضامین سوانح حیات حضرت میاں میر قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی الہ واصحابہ اجمعین

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہ ثنا نیست

محمد حامد حمد خدا بس
خدا مداح شان مصطفیٰ بس

حضرت میاں میر کے جد اعلیٰ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے خلقت کی ہدایت کے لئے اپنے حبیب پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اس وقت مکہ میں واقع کعبہ جسے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ خدائے واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کیا تھا' بتوں کا تیرتھ بنا ہوا تھا۔ خدائے تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت کرنے اور بتوں کی پرستش چھوڑنے کی تبلیغ کی تو چند سعید روح اشخاص مثل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ' زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوانوں میں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑکوں میں مشرف بہ اسلام ہوئے یہ نو مخلص صحابی تھے۔ دسویں کی جگہ خالی تھی تاکہ عشرہ و مبشرہ کی تعداد پوری ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ قریش میں ذی عزت و وجاہت دو اشخاص ہیں ایک ابوالحکم

(جو کفر پر جمے رہنے کی وجہ سے ابوجہل مشہور ہوا) اور دوسرا عمر بن خطاب ان دو میں سے ایک کو مشرف بہ اسلام کر کے اپنے دین (اسلام) کو تقویت دے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دین کی شوکت کے لئے عمر کے حق میں دعا قبول کی۔ کیونکہ اس کی مشیت میں تھا کہ یہی جوہر قابل ہے اور یہی کسریٰ اور قیصر کے ممالک کا مالک مسلمانوں کو بنائے گا۔ عمر گھر سے تلوار لے کر نکلے تو اس نیت سے تھے کہ معاذ اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس قلم کریں گے مگر توفیق الٰہی شامل حال ہوئی اور آپ نے جا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں سر پر غرور رکھ دیا۔

نکلے تھے سر کو لینے مگر دے کے سر چلے

یہ تھے حضرت عمر جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لقب سے مشہور ہیں اور جن کی اولاد میں ہونے کا حضرت شیخ محمد میر المشہور میاں میر کو شرف حاصل ہے۔

مجھے شجرہ نویسی کا شوق ہے مگر افسوس ہے کہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب مکمل نہیں ملا۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست



حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ قادریہ کے پیشوائے اعلیٰ

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ قادری سے عقیدتاً" پیوستہ تھے جس بزرگ سے یہ سلسلہ مشہور ہوا ان کا نام نامی اور اسم گرامی مشہور زمانہ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ہے۔

سلسلہ اراوت : حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۵۶۱ھ مرید تھے۔ شیخ ابو سعید مخزمی متوفی ۵۱۳ھ کے اور آپ مرید تھے شیخ ابوالحسن ھکاری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی یکم محرم ۴۸۶ھ) کے بعد جو جد اعلیٰ ہیں مولف کتاب نیازمند ناہی کے اور آپ شیخ ابو الفرح محمد طرطوسی (متوفی ۴۴۷ھ) کے اور آپ مرید تھے شیخ عبدالواحد تمیمی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۴۲۵ھ) کے اور آپ مرید تھے شیخ ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۳۳۴ھ) کے اور آپ مرید تھے سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۲۹۷ھ) کے اور آپ مرید تھے شیخ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۲۵۰ھ) کے اور آپ مرید تھے حضرت شیخ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۲۰۰ھ) کے اور آپ مرید تھے خواجہ داؤد طائی (متوفی ۱۶۰ھ) کے۔ اور آپ مرید تھے خواجہ حبیب عجمی (متوفی ۱۵۶ھ) کے۔ اور آپ مرید تھے خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۰ھ) کے اور آپ مرید تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۴۰ھ) کے اور آپ فیضیاب صحبت تھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (متوفی ۱۱ھ) کے۔

سلسلہ نسب
شاہِ جیلانی

حضرت ابوبکر صدیق
حضرت عبدالرحمٰن
امام محمد
امام قاسم فقیہ
عبداللہ
اسماء
امام محمد
اُمِّ فروہ
اُمِّ سلمیٰ
سید ابوصالح موسیٰ

حضرت علی
امام حسن
امام حسین
امام زین العابدین
سیدہ فاطمہ
امام محمد باقر
امام جعفر صادق
امام موسیٰ کاظم
سید علی
سید عبداللہ صومعی
سیدہ فاطمہ ام الخیر
سید عبدالقادر جیلانی

امام حسن مثنیٰ
سید عبداللہ محض
سید موسیٰ ابجون
سید عبداللہ ثانی
سید موسیٰ ثانی
سید داؤد امیر
سید محمد روحی
سید عمر یحییٰ زاہد
سید ابو عبداللہ الجیلی
سید ابوصالح جنگی دوست
سید عبدالقادر جیلانی

اس شجرہ کے ملاحظہ سے ثابت ہو گا کہ سید جیلانی' حسنی اور حسینی سید ہیں
آپ کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے
ذریعے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے اور آپ کی دادی صاحبہ
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ **ولدنی الصدیق مرتین** (مجھے صدیق نے دو مرتبہ
جنا) جیسا کہ صدیق اکبر سے دو قرابتیں ثابت ہیں۔

حضرت عمر
حضرت عبداللہ
سیدہ حفصہ

حضرت عثمان
امام عمر
امام مظفر

امام عبداللہ
امام محمد اصغر

امام محمد اصغر رحمتہ اللہ علیہ جو عبداللہ محض کے اخیافی (ماں جائے) بھائی تھے یعنی از بطن سیدہ فاطمہ بنت امام حسین اور سید عبداللہ محض حضرت جیلانی کے جد اعلیٰ تھے۔

شجرۂ طریقت حضرت میاں میر تا سید عبدالقادر جیلانی

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ مرید تھے حضرت شیخ خضر ابدال رحمتہ اللہ علیہ بیابانی کے اور یہ مرید تھے سید احمد صاحب ولی رحمتہ اللہ علیہ کے اور یہ سید عابد کبیر رحمتہ اللہ علیہ کے اور یہ شیخ ابوالقاسم رحمتہ اللہ علیہ کے اور یہ شیخ موسیٰ ظلی رحمتہ اللہ علیہ کے۔ اور یہ شیخ ابوبکر مقبول کے اور یہ شیخ داؤد کریم رحمتہ اللہ علیہ کے۔ اور یہ شیخ سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کے اور یہ شیخ حفص ابوبکر رحمتہ اللہ علیہ کے اور یہ شیخ حسن علی قرشی رحمتہ اللہ علیہ کے اور یہ سید عبدالرزاق صاحب بن حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے۔

حضرت شیخ خضر ابدال بیابانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے متعلق بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر محمد صاحب فقیر نے جو ۱۹۵۶ء میں مزار کی زیارت کر چکے ہیں۔ بتایا کہ مزار دریائے سندھ کے وسط میں مشہور جگہ سعد بیلہ میں روہڑی کو جاتے ہوئے دریا کے پل کے عقب میں واقع ہے۔ یہاں ایک مندر اور ایک گوردوارہ بھی ہے ہندو اور سکھ بھی اس مزار کی عزت کرتے ہیں۔ سکھر اسٹیشن سے مزار ڈیڑھ میل کے فاصلے پر جانب جنوب ہے۔

حضرت میاں میر کے پیران پیر کی منقبت

فضیلت سید الکونین کو نبیوں میں حاصل ہے
مسلم اولیاء میں ہے سیادت غوث اعظم کی

عقیدے کا بھی پکا ہو یقیں بھی جس کا راسخ ہو
اسی کے دل میں پیدا ہو گی عظمت غوث اعظم کی

صحابہ میں محمد چاند ہیں اور اولیاء میں یہ
ثبوت ان کی اشرف اور ولایت غوث اعظم کی

شباب اہل جنت کے ہیں جو سید حسن نامی
ہے ان کے ہی نسب سے خاص نسبت غوث اعظم کی

نسب میں ان کے رخنے دشمنی سے جو کوئی ڈالے
اسے لے ڈوبے گی آخر عداوت غوث اعظم کی

شہید اعظم امام اعظم سواد اعظم ہمارا ہے
پھر ان ہی اعظموں سے ہے معیت غوث اعظم کی

مریدوں کے دلوں میں نقش نام پیر پیراں ہے
عقیدت مند رکھتے ہیں محبت غوث اعظم کی

مسلمانان عالم میں ہے ان کی گیارھویں رائج
بھری آفاق عالم میں ہے برکت غوث اعظم کی

ہے جس کی گونج بحر و بر میں دشت و جبل میں بھی
وہ ہے فردوس گوش خلق شہرت غوث اعظم کی

جہاں صدیق اکبر ہیں جہاں فاروق اعظم ہیں
وہیں نزد نبی بیشک ہے جنت غوث اعظم کی

یہ نامی جو کہ ہے اولاد دادا پیر حضرت کی
عجب کیا ہے کہ اس پر ہو عنایت غوث اعظم کی

منقبت حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

(از ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم)

حضرت شیخ میاں میر ولی — ہر خفی از نور جان او جلی
بر طریق مصطفیٰ محکم پے — نغمہ عشق و محبت را نے
تربتش ایمان خاک شہر ما — مشعل نور ہدایت بہر ما

بر در او جبہ فرسا آسماں
از مریدانش شہ ہندوستاں

ماخذ حالات حضرت میاں میر قدس اللہ سرہ

شاہ جہاں کے بڑے بیٹے دارا شکوہ کو حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ کیونکہ اس نے آپ کی دعا سے ایک سخت بیماری سے شفا پائی تھی۔ اس نے اپنی آنکھ سے آپ کے کشف و کرامات دیکھے تھے اور پھر آپ ہی کے خلیفہ ملا شاہ بدخشانی رحمتہ اللہ علیہ کا مرید بھی ہوا تھا۔ لہٰذا حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے جو حالات اس نے لکھے ہیں وہی صحیح تصور کئے جانے چاہئیں۔

دارا شکوہ نے اپنی دو تصنیفات (سفینتہ الاولیاء) اور (سکینتہ الاولیاء) میں حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے۔ کتاب اول الذکر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم امامان طریقت، ائمہ فقہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر چہار بیٹیوں اور نساء العارفات کے اذکار کے علاوہ اہل تصوف کے چاروں طریقوں کے بزرگوں کے حالات لکھے ہیں۔ (یہ کتاب نایاب ہے میرے پاس ایک نسخہ موجود ہے جس کا ترجمہ میں نے کر دیا ہوا ہے اور عنقریب

شائع ہو گا)۔ـ اور موخرالذکر کتاب (سکینتہ الاولیاء) تو خاص حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء عظام کے حالات پر مشتمل ہے۔ ایک دفعہ اس کا ترجمہ شائع ہوا تھا جو اب نایاب ہے۔ خوش قسمتی سے یہ بھی میرے پاس موجود ہے۔

اس ضروری تمہید کے بعد پہلے وہ حالات نقل کرتا ہوں جو سفینتہ الاولیاء میں مسطور ہیں۔

حضرت شیخ محمد المشہور بمیاں میر قدس سرہ

اسماء والدین : آپ کے والد کا نام قاضی سائیں دتا ہے۔ جو امیرالمومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اور والدہ کا فاطمہ رحمتہ اللہ علیہا بنت قاضی قدن۔

تعریف : حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ اہل زبان کے پیشوا، قطب جہاں، مقتدائے طریقت کے دلوں کو شرف بخشنے والے، اسرار حقیقت کے واقف، تارک کامل، عارف واصل، ظاہر و باطن کے علم میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کو ظاہری اور باطنی فضیلت میں اتنا کمال تھا کہ کسی فاضل کی کیا مجال تھی کہ آپ کے حضور میں بات کر سکے۔

ولادت : حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے بھتیجے شہر سوستان واقع سندھ کے عزیزوں سے لکھوا کر لائے ہیں کہ آپ کی ولادت ۹۵۷ھ میں واقع ہوئی۔ یہ شہر محمد بن قاسم نے فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا تھا۔

ـ سٹار بک ڈپو اردو بازار لاہور سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ (ادارہ)

والدین اور ہمشیرہ کی صفت : آپ کے ماں باپ آپ کی بہن سمیت صاحب حال اور کشف و کرامات تھے۔ چنانچہ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے سن کر بیان کرتے تھے کہ جب تیرا بھائی پیدا ہوا تو میری والدہ نے کشف سے معلوم کیا کہ یہ بیٹا عارف نہیں ہو گا لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی مجھے ایسا بیٹا عطا فرما جو عارف کامل اور تارک دنیا ہو اور ہمیشہ تیری یاد میں مستغرق رہے۔ ہاتف نے آواز دی کہ حق تعالیٰ تجھے ایک بیٹا اور بیٹی لطف فرمائے گا جو انہی صفات کے مالک ہوں گے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ (حضرت میاں میر) تولد ہوئے اور پھر ...... آپ کی ہمشیرہ پیدا ہوئیں جو صاحب حال ہیں اور یاد الٰہی میں مستغرق۔

حضرت میاں میر اور آپ کے مرشد کا حال : حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ بلدۂ فاخرہ لاہور میں ساٹھ برس سے زیادہ مقیم رہے ہیں۔ آپ شیخ خضر رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جو ہمیشہ مجرد اور تارک دنیا رہے۔ سوستان وطن تھا۔ آپ کو عالم ملکوت کا کشف اپنی والدہ معظمہ سے حاصل ہوا تھا۔ اویسی طریق پر حضرت غوث الثقلین پیر دستگیر شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت سے فیض حاصل کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا اسم شریف بے وضو زبان پر نہیں لاتے تھے۔ اور ترک و تجرید' فقر و فنا اور توکل و قناعت میں اپنے زمانہ کے لوگوں میں ممتاز تھے اور دن رات حالت استغراق میں رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ صوفی وہ ہے جو کہ نہ ہو (یعنی جسے اپنے آپ کی خبر نہ ہو فنا فی اللہ ہو)

ایک بادشاہی وزیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جب آپ خوش وقت ہوں تو مجھے دل میں یاد فرمائیں اور دعا کریں۔ فرمایا کہ اس وقت پر خاک پڑے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا اور کسی کی یاد دل میں آئے۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا طریق ہمیشہ سنت و شرع کے مطابق تھا۔

مجلس اور تخلیہ میں کبھی کوئی بات نہیں کرتے تھے جو منافی شرع ہو۔ طریقت میں جنید وقت تھے۔ مرید کم ہی کرتے تھے اور اگر کرتے تو اسے اس کی مراد تک پہنچا دیتے۔ مریدوں کو کبھی مرید کہہ کر نہ پکارتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کے موافق فرماتے کہ ہمارے یاروں (اصحاب) کو بلاؤ۔ بادشاہوں سے نذر قبول نہ کرتے۔ آپ کا کلام ہمیشہ نصیحت و وعظ پر مشتمل ہوتا۔ شعر جو ارشاد فرماتے وہ مناسب و برمحل ہوتے۔ آپ ترک دنیا کے عاشق تھے اور فرمایا کرتے کہ تارک وہ ہے جس کی کوئی مراد نہ ہو۔ اور فرماتے کہ جس طرح جنبی (ناپاک) شخص کا غسل میں ایک بال بھی تر ہونے سے رہ جائے تو جنابت باقی رہتی ہے' اسی طرح اگر دل میں غیراللہ کا خیال رہ جائے تو تجرید و تفرید کے مرتبہ سے گر جاتا ہے۔ اسی موقع کے مناسب یہ شعر پڑھتے تھے ۔

شرط اول در طریق عاشقی دانی کہ چیست
ترک کردن ہر دو عالم را بہ پشت پازدن

یعنی عشق الٰہی کے حصول کے لئے اولین شرط یہ ہے کہ تارک بن کر دونوں جہان کو ٹھکرا دے۔

حضرت میاں میر کا روزانہ کا معمول عبادت : حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا ہر روز یہ طریق کار تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنے مریدوں کے ساتھ شہر سے نکل کر صحرا اور باغات میں تشریف لے جاتے اور درختوں تلے الگ الگ بیٹھ جاتے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو سب اکٹھے ہو کر باجماعت نماز ادا کرتے اور پھر الگ ہو جاتے رات واپس آکر آپ حجرہ میں چلے جاتے اور دروازہ بند کر لیتے اور کبھی دو تین مرید بھی ساتھ رہ جاتے۔

عذاب قبر دور کرنے کیلئے ورد کلمہ طیبہ : آپ کے بعض دوستوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دن آپ اپنے یاروں کے ساتھ جن میں آپ کے اکمل یار ملا

خواجہ کلاں (بدخشانی) بھی شامل تھے قبرستان کی طرف گئے اور مشغول عبادت ہو گئے۔ ملا خواجہ کلاں کو کشف قبور تھا۔ عرض کیا۔ حضرت شیخ (میاں میر رحمتہ اللہ علیہ) سنتے ہیں کہ اس قبر والا کیا کہتا ہے۔ پوچھا کیا کہتا ہے۔ عرض کیا۔ کہتا ہے کہ میں جوانی میں مر گیا تھا اور برے عملوں کی وجہ سے گرفتار عذاب ہوں۔ اب آپ بزرگ میری قبر پر آئے ہیں۔ تعجب ہے کہ پھر بھی میں عذاب میں مبتلا رہوں۔ فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ تمہارا عذاب کس طرح رفع ہو سکتا ہے۔ ملا خواجہ نے توجہ فرما کر عرض کیا کہ کہتا ہے کہ اگر ستر ہزار دفعہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخشا جائے تو عذاب ٹل سکتا ہے۔

یہ سن کر آپ (حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ) نے اپنے اصحاب کو بلایا کہ آؤ مل کر پڑھیں۔ چنانچہ سب نے اکٹھے ہو کر کلمہ طیبہ ستر ہزار بار پڑھ کر پورا کیا تو ملا خواجہ نے کہا کہ قبر والا کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ اور آپ کے دم قدم کی برکت سے میرا عذاب رفع ہو گیا ہے۔

یہ بیان کر کے دارا شکوہ رقم طراز ہیں کہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی اور آپ کے مریدوں کی کرامات اتنی ہیں کہ تحریر میں نہیں سما سکتیں۔ آپ کے ایک خادم نے بیان کیا کہ حضرت شیخ موسم گرما کی رات کو حجرے کی چھت پر گزارتے تھے۔

غار حرا میں رات : ایک رات مجھے فرمایا کہ پانی کا کوزہ اور پنکھا میرے پاس رکھ کر چلے جاؤ اور سو رہو۔ میں (خادم) نے پنکھا تو رکھ دیا اور کوزہ رکھنا یاد نہ رہا۔ آدھی رات مجھے یاد آیا کہ کوزہ نہیں رکھا چنانچہ اٹھا اور اسے اوپر لے گیا۔ دیکھا کہ بستر خالی ہے۔ حیران ہو کر ادھر ادھر تلاش کیا۔ چراغ روشن کر کے حجرہ بھی دیکھا۔ وہاں بھی آپ کو نہ پایا۔ پریشان ہو کر بیٹھ رہا۔ جب فجر کی نماز کا وقت آیا تو آپ نے اوپر سے آواز دی کہ وضو کے لئے پانی لاؤ فوراً میں نے کوزہ پانی سے بھر کر حاضر خدمت کیا اور کہا کہ حضرت رات کہاں تھے۔ فرمایا کہ کیا خواب کی بات کر رہے ہو۔

میں نے عرض کیا اگر آپ نہ فرمائیں گے تو عمر بھر میرے دل سے یہ خیال دور نہ ہوگا۔ فرمایا۔ بتاتا ہوں مگر یہ بھید کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اگر کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ پھر فرمایا۔ رات میں غار حرا میں رہا میں نے پوچھا غار حرا کہاں ہے۔ فرمایا وہ غار ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے پہلے خدائے عزوجل کی عبادت کیا کرتے تھے۔ مجھے حاجیوں پر تعجب آتا ہے کہ حج کرتے ہیں اور ایک گھڑی بھی وہاں بسر نہیں کرتے اگر کسی کو بارہ سال میں بھی کشائش حاصل نہ ہو تو اس غار میں ایک رات بیٹھا رہنے سے فتوحات حاصل ہو جاتی ہیں۔

دم کردہ پانی سے شفا : اس ضمن میں دارا شکوہ تحریر کرتا ہے کہ یہ فقیر دو دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ایشاں مجھ پر کمال مہربانی اور خاص عنایت فرماتے تھے۔ چنانچہ بیس سال کی عمر تھی کہ مجھے سخت بیماری لاحق ہو گئی کہ شاہی طبیب اس کے علاج سے عاجز ہو گئے۔ مجھے بادشاہ (شاہ جہاں) آپ کے ہاں لے گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ میرا بڑا بیٹا ہے اور طبیب اس کا علاج نہیں کر سکے۔ توجہ فرمائیں کہ حق تعالیٰ اسے شفا بخشے یہ سن کر آپ نے پانی کا پیالہ منگایا اور اس پر دعا پڑھ کر دم کی اور مجھے دیا۔ جب پانی پیا تو ایک ہفتہ میں مجھے کامل شفا ہو گئی اور وہ مرض بالکل رفع ہو گیا۔

وفات و مدفن : چونکہ میں (دارا شکوہ) اس سے پہلے رسالہ (سکینتہ الاولیاء) میں آنحضرت (میاں میر) اور آپ کے مریدوں کا حال مفصل لکھ چکا ہوں۔ تو اس کتاب سفینتہ الاولیاء میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ منگل کے دن ظہر کی نماز کے بعد ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ (بمطابق ۱۱ اگست ۱۶۳۵ء) کو معمورہ لاہور کے محلہ خانی پورہ میں اٹھاسی سال کی عمر پا کر فوت اور موضع ہاشم پور میں جو شہر لاہور کے متصل واقع ہے مدفون ہوئے۔ مزار متبرک زیارت گاہ خلق ہے۔

مریدان حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ : حضرت میاں میر رحمتہ

اللہ علیہ کے مرید عارفان کامل' واصل اور مشہور تھے جو واصل بحق ہو گئے ہیں۔ حاجی نعمت اللہ سرہندی' شیخ نتھا' شیخ اسمٰعیل' ملا خواجہ کلاں' میاں حامد' حضرت ملا عبدالغفور دانشمند اور حاجی صالح اور دوسرے زندہ ہیں آپ کے اکمل مریدوں سے حضرت ملا شاہ' حضرت ملا خواجہ بہاری' شیخ احمد ستامی اور شیخ احمد دہلوی ہیں۔

میں نے سلسلہ معظمہ متبرکہ قادریہ کے مشائخ کے حال جو متاخرین سے بہترین بزرگ ہیں قدس اللہ اسرارھم ختم کر دیئے ہیں اور اس فقیر نے ہر حالت اور ہر چیز میں ان سے بہتر کسی کو نہیں پایا اور نہ مشرف ہوا۔ بیت

تا ابد ایں سلسلہ نگستہ باد

گردن ایام بدیں بستہ باد

الٰہی یہ سلسلہ کبھی نہ ٹوٹے اور زمانہ کی گردن اس سے بندھی رہے۔ یعنی دنیا ان کے حلقہ بگوش رہے۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا حلیہ

دارا شکوہ "سکینتہ الاولیاء" میں رقم طراز ہے کہ جو شخص آنجناب کا روئے مبارک دیکھ لیتا اس کی آنکھوں میں نور آجاتا اور دل باغ باغ ہو جاتا۔ آنجناب گندم گوں نہایت ملیح بلند بینی اور کشادہ پیشانی تھے۔ جبین مبارک سے آثار سعادت و کرامت صبح صادق کی طرح نمایاں ہوتے تھے۔ ابرو پیوستہ تھے۔ آنکھ کی ڈھیری متوسط درجہ کی تھی اور تمام اعضاء متناسب اور اوسط درجہ کے تھے۔ ریش مبارک مٹھی بھر تھی۔ اور ان دنوں سفید ہو گئی تھی ریاضت اور کثرت مجاہدہ سے نحیف البدن ہو گئے تھے۔ قد مبارک خیرالامور اوسطہا کے موافق میانہ تھا۔ بڑھاپے میں پاؤں کی بیماری کی وجہ سے نماز بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس کے جسم میں کوئی بیماری نہ ہو وہ رحمت الٰہی سے دور ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے دانتوں میں پائیدار درد تھا جس کی شدت سے نیند نہیں آتی تھی مگر آپ کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے اور صبر سے برداشت فرماتے۔

نانی کے والد بزرگوار کے نانا پیر فرح بخش فرحت افکار قلندری میں دو شعر اسی مضمون میں نقل کرتے ہیں۔

بلا بر اولیاء خدا :

من بلا بر کسے رہا نکنم
تا کہ نامش ز اولیاء نکنم

ایں بلا گوہر خزینہ ماست
من بہر کس مگر عطا نکنم

یعنی دکھ اور مصیبت اولیاء اللہ کے لئے عطیہ الٰہی ہے اور یہ عطیہ ہر ایک کی قسمت میں نہیں۔ حضرت فرحت رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے بھائی اور مرشد حضرت قلندر شاہ رحمتہ اللہ علیہ حلیہ مبارک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرماتے ہیں ؎

چوں نزول وحی بودے درد سر را می فزود
آں نگار من بکار سر ہمی بودے بکار

حق بہ آں محبوب خود بے درد سر سرے نداد
پس محباں را سزائے درد سر تا پا شمار

درد سر نے ایں خمار آں شراب سر اوست
ہر کرا باشد سر آں کے بتر سد زیں خمار

مے کشاں کیفیت ایں درد سر دانند و بس

بر در مے خانہ خوش باشند ہر لیل و نہار

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں نزول وحی کے بعد درد سر رہتا تھا جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب کو درد سر کے بغیر اپنا رمز آشنا نہ کیا تو ثابت ہوا کہ محبوں کے لئے سراپا درد لازمی ہے۔ پھر فرماتے ہیں اسے درد سر نہیں کہنا چاہئے بلکہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سر الٰہی کا خمار ہے جو اس رمز کے آشنا ہوں وہ اس خمار سے نہیں چکراتے۔ عام مے کشوں کی کیفیت درد سر دیکھ لو کہ وہ رات دن مے خانہ کے دروازے پر پڑے ہوئے کیسے خوش رہتے ہیں لہٰذا خم خانہ عشق الٰہی کے قدح خواروں کو جو درد میں مزہ آتا ہے اس کی کیفیت عوام الناس کیا جان سکتے ہیں۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا لباس

آنجناب کا لباس عام فقیروں اور درویشوں سا نہ تھا۔ یعنی آپ خرقہ اور مرقع نہیں پہنتے تھے۔ بلکہ کم قیمت کپڑے کی ایک پگڑی سر پر اور موٹے کپڑے کا کرتہ زیب تن فرماتے تھے جو میلا ہونے پر اپنے ہاتھ سے دریا پر جا کر صاف کر لیتے۔ اور یاروں کو لباس صاف رکھنے کی تاکید فرماتے۔ ان کے کپڑے بھی میاں جیو جی کے لباس کی طرح تھے آپ کے کسی طالب نے طاقیہ (درویشوں کی ٹوپی) اور خرقہ نہیں پہنا۔ گودڑی آپ کے ہاں مروج نہ تھی۔ فرمایا کرتے کہ لباس اس قسم کا ہونا چاہئے کہ کوئی پہچان نہ سکے کہ فقیر ہے کہ نہیں کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں گودڑی پہننا محض دکھاوا ہے اور دل کی حالت کے موافق نہیں۔ آپ کے گھر کا فرش پرانے بوریا کا تھا۔ آپ کو کسی دنیوی چیز سے وابستگی نہیں تھی اور فقیروں کو دولت مندوں سے افضل جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ غنی لوگ صاحب صدقہ ہوتے ہیں اور فقیر صاحب صدق اور صدق' صدقہ سے بدرجہا افضل ہے۔

نام و نمود سے نفرت

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کو نام و نمود سے بڑی نفرت تھی وہ دنیا کو ایک ناپائیدار شے سمجھتے تھے اور یاروں سے فرمایا کرتے کہ مجھے شورہ زار میں دفن کرنا تاکہ میری ہڈیوں کا نام و نشان باقی نہ رہے اور نہ ہی قبر کی صورت بنانا کہ ۔

صورت قبر از بعد مرگ ویراں خوشتر است
نیستی مانند من باخاک یکساں خوشتر است

میرے خیال میں یہ شعر اس وزن میں اچھا رہے گا ۔

بعد مرگم قبر ویراں خوشتر است
جسم من با خاک یکساں خوشتر است (ناہی)

بعض اصحاب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میری ہڈیوں کو نہ بیچنا اور میری قبر پر دوسروں کی طرح دکان نہ بنا لینا اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ کے اس قول کو اکثر زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ صوفی وہ شخص ہوتا ہے جو نہ ہو اور اس پر الفاظ اور بڑھایا کرتے کہ اگر ہو تو بھی نہ ہو۔

آنجناب کے حضور میں مرتبے کا کوئی اثر نہ تھا۔ اکثر اپنے اصحاب کو صاحب مرتبہ لوگوں کے میل جول سے منع فرماتے اور اکثر اس حدیث نبوی کو پڑھا کرتے اخر ما یخرج من روس صدیقین حب الجاہ یعنی سب سے آخری چیز جو صدیقوں کے سروں سے نکلتی ہے وہ مرتبہ کی محبت ہے۔

اس وقت ناہی کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ پہلا خطبہ یاد آیا ہے جو آپ نے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتخب ہونے پر فرمایا تھا۔ اور جو انگریز مورخین نے بھی نقل کیا ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے تم لوگوں نے خلیفہ چن لیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو

میری تائید کرو اور اگر میں غلطی کروں تو درست کر دو۔ سچائی اور اخلاص میں نیکی ہے اور جھوٹ میں برائی۔ یہ بھی جان لو کہ جس قوم میں شرارت اور فتنہ پردازی آجاتی ہے تو خدا اس پر بلا مسلط کر دیتا ہے۔ جب میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میرا حکم مانو۔ اگر نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ اٹھو نماز کے لئے خدا تم پر رحم کرے مجھے اس وقت اردو تاریخ نہیں ملی یہ ترجمہ میں نے مسٹر بوڈلے کی انگریزی کتاب (The Messenger) "پیغمبر" کے صفحہ ۳۴۷ سے کیا ہے غور کرو کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حسب ارشاد نبوی انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل انسان ہیں کیسے انکسار سے فرما رہے ہیں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر اطاعت خدا و رسول کروں تو میرا حکم مانو اور بصورت دیگر نہ مانو۔ اس سے زیادہ حب جاہ سر سے نکالنے کی اور کیا مثال مل سکتی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بھی اپنی شوکت و شان کا مظاہرہ اپنے نفس کی خاطر نہیں کیا۔ باوجود جاہ عمر فقر و فاقہ میں بسر کر دی نہ اپنے لئے کوئی ریاست بنائی نہ اپنی اولاد و خاندان کے لئے کسی ریاست کا سامان کیا۔ اسی روش پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے جن کی اولاد سے حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو صحیح معنوں میں ان ہر دو خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین و نام لیوا ہیں۔

دارا شکوہ ملا خواجہ بہاری رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی بیان کرتا ہے کہ میں (خواجہ بہاری) چند آدمیوں کے ساتھ گھر میں بیٹھا تھا کہ اتفاقاً مکان گرنے کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے یاروں سے کہا کہ اٹھ کر باہر چلے جاؤ۔ میرا مکان گرنے والا ہے۔ وہ نکل گئے لیکن میں وہیں بیٹھا ہوا کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ بالا خانہ گرا اور دو لکڑیاں آپس میں ملیں جن کے درمیان میں بسلامت رہا۔ جب یہ بات حضرت جیو رحمتہ اللہ علیہ نے سنی تو لوگوں کو امید تھی کہ آپ آفریں کہیں گے۔ لیکن فرمایا۔ ہائے مرتبہ - ہائے مرتبہ ! مرتے وقت بھی اس کا خیال دور نہیں ہوتا

چونکہ وہ کلمہ طیب بلند آواز سے پڑھتا تھا اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ لوگ سنیں اور کہیں کہ یہ تیرا اچھا فقیر ہے کہ دم مرگ بھی خدا کو یاد کرتا ہے اسے آہستہ آہستہ یہ کہنا چاہیے تھا۔

آن جاہ و آن جاہ و آن جاہ
دور کن از دل بیفگن زیر چاہ

یعنی جاہ طلبی کا خیال دل سے نکال کر اسے غرقاب کر دینا چاہیے۔

حال عبادت و طریق نشست

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ فرائض و سنن موکدہ اور تہجد کے سوا اور کوئی نماز ادا نہیں کرتے تھے۔ فرض با جماعت پڑھتے تھے اور جیسا کہ پیشتر ازیں مذکور ہوا جنگل یا باغات میں جا کر اپنے دوستوں کے ساتھ ذکر و وظائف میں الگ الگ ہو کر مشغول ہوتے تھے۔

آپ کے بیٹھنے کے دو طریق تھے۔ ایک تو دونوں گھٹنے کھڑے کر کے رخ بہ قبلہ گھٹنوں پر کپڑا ڈال کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس طریق نشست کو حبوۃ کہتے ہیں

چو بنشیند مراقب دیدہ برہم
بہ بندد دیدۂ دل از دو عالم

یعنی مراقبہ کرنے والا جب یکسو ہو کر بیٹھتا ہے تو ماسوا اللہ کے دونوں جہان سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق پر مربع بھی بیٹھا کرتے تھے اور اس طریق کو جلستہ الوقار کہتے تھے۔ مگر مراقبہ کے وقت دوزانو نہ بیٹھتے بلکہ متکا (تکیہ گاہ) میں کبھی بائیں

ہاتھ کو کبھی دائیں کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر چہرہ اوپر کی طرف رکھتے تھے۔ اکثر اوقات اس طرح بیٹھا کرتے لیکن کبھی کبھی چار زانو بھی نشست فرماتے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں گھٹنوں میں دبائے رکھتے۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ اور سماع

دارا شکوہ بر بنائے مشاہدہ رقم طراز ہے کہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نغمہ اور راگ سنا کرتے تھے اور ہندی راگ کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور اس سے خوش ہوا کرتے تھے اگر کوئی قوال آجاتا تو سماع کرتے یہ ضروری نہ تھا کہ ہر وقت قوال ہمراہ ہی رہیں یا بلائے جائیں۔ سماع کے وقت شرع شریف کی متابعت اور اپنے حوصلہ کی وسعت کی وجہ سے وجد و رقص نہیں فرماتے تھے۔ (سماع راگ سننے کو کہتے ہیں اور وجد ہاتھ بلند کرنے اور رقص کرنے کو) اور جس وقت سماع سے خوش وقت ہوتے تو آپ کے مبارک چہرے سے کمال درجہ کا سرور ظاہر ہوا کرتا اور داڑھی کا ایک ایک بال اٹھ کھڑا ہوتا اور رنگ مبارک چمکنے لگتا۔ لیکن وقار و تمکنت کی وجہ سے نہ آپ سے کوئی حرکت ظہور میں آتی اور نہ ہاتھ بلند کرتے۔

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ سے سماع اور وجد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کے یہ شعر پڑھے۔

بگویم سماع اے برادر کہ چیست
مگر مستمع را بدانم کہ کیست

گر از برج معنے بود طیر او
فرشتہ فرو ماند از سیر او

وگر مرد لہو است و بازی و لاغ
قوی تر شود دیوش اندر دماغ

یعنی اے بھائی سماع کی بات بتانے سے پہلے مجھے یہ جاننا ضروری ہے کہ ا
کے سننے والا کون ہے اگر وہ اہل دل ہے اور رمز آشنا۔ تو اس کی پرواز فرشتوں
بڑی ہوتی ہے۔ اگر وہ لہو ولعب پرست اور کھیل کود کا دلدادہ ہے تو سماع سے اس
بری حالت اور خراب ہو جائے گی۔

شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ ان اشعار سے پہلے اشعار میں بیان کر چکے ہیں
اہل دل لوگ تو مکھی کے پر مارنے سے جو آواز نکلتی ہے وہ اسے سن کر اپنا ہاتھ سر
مارنے لگتے ہیں۔ اور مرغ کی آواز انہیں مست کر دیتی ہے رہٹ کے چلنے کی آوا
سے وہ سرمست ہو جاتے ہیں۔ اور رہٹ کی طرح رقص کرنے لگتے ہیں۔ اور جب
بے خود ہو جاتے ہیں تو گریبان میں سر رکھ کر گریبان پھاڑ دیتے ہیں۔

پھر دارا شکوہ اس ضمن میں بیان کرتا ہے کہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علی
کے سب یار نغمہ سنا کرتے تھے لیکن وجد و رقص نہیں کیا کرتے تھے۔ ہاں میرے شا
صاحب (ملا شاہ بدخشانی) ماوراء النہر کے طریق پر فارسی میں نغمہ آرائی کیا کرتے او
بے خودی کی حالت میں ہاتھ سینے اور بازوؤں پر ملا کرتے تھے اور حاضرین میں فقرا
بھی سب کے سب ...... کبھی رونے بھی لگتے اور کبھی اپنے تئیں زمین پر دے مار
اور عجب حالت ظاہر ہوتی۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے اخلاق

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کا خلق اس درجہ کا تھا کہ اگر کوئی شخص گھڑ
بھر بھی جناب کی خدمت میں حاضر رہتا تو اس پر اس قدر عنایت و شفقت فرماتے کہ و
یہی خیال کرتا کہ جناب کی عنایت جو مجھ پر ہے وہ کسی دوسرے پر نہیں۔ آپ جس
سے کلام کرتے ہاتھ میں ہاتھ لے کر کرتے۔ آپ رحمت الٰہی کا نشان تھے جو اللہ
تبارک و تعالیٰ نے اس زمانے میں بھیجا تھا۔ اگر بقول "دارا شکوہ" خلق کسی مرد ک

صورت میں ہوتا تو حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی صورت میں ہوتا۔

آپ جس شخص پر عنایت فرماتے "اے یارو' عزیز" کے لفظ سے مخاطب کرتے اور ملک کی آبادی' رعیت کی رعایت' خلقت پر شفقت اور مستحقوں کو صدقہ دینے کے بارے میں اہل دنیا کو اکثر تاکید فرماتے۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا۔ مریدوں کو بلفظ یار تعبیر کرتے اور کبھی مرید کا لفظ زبان پر نہ لاتے آپ فرمایا کرتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پیری مریدی نہیں تھی صرف مل جل کر بیٹھنا تھا۔ لہذا جو ہمارے ساتھ مل بیٹھتا ہے وہ ہمارا یار ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں نوشت و خواند کا رواج نہ تھا۔ صرف یہی مل بیٹھنا تھا۔ اسی میں زبانی معرفت اور حقیقت کے بارے میں گفتگو ہوا کرتی تھی۔

چند مشکل مسائل کا حل

ایک دفعہ لاہور کے علماء نے جمع ہو کر میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ ہمیں اس حدیث کے بارے میں مشکل درپیش ہے جس میں انبیاء اور اولیاء کے حق میں بھی حرص اور لمبی لمبی امیدوں کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص کو جوانی میں جس چیز کی خواہش ہوتی ہے ...... بڑھاپے میں وہ خواہش زیادہ ہو جاتی ہے ...... چونکہ انبیاء و اولیاء کو رضائے حق تعالیٰ اور اعمال نیک کی طلب اور حقیقت توحید کی خواہش زیادہ ہوتی ہے لہذا بڑھاپے میں بھی وہ بڑھ جاتی ہے اور باقی اولاد آدم کو جوانی میں دنیاوی حرص ہوتی ہے اس لئے پیری میں وہ اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح لمبی لمبی امیدوں کو قیاس کر لو۔

دارا شکوہ کا بیان ہے کہ میں نے ملا سعد اللہ سے سنا کہ انہوں نے ایک دن حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ سے رویت باری تعالیٰ کے مسئلے کے متعلق پوچھا کہ انسان جو جسمانیت کے احساس کا عادی ہے وہ ذات باری تعالیٰ کو جو بے مثل' بے

جنت اور لامکاں ہے کس طرح دیکھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صحیح حدیث میں
ہے کہ اہل بہشت کی پنڈلیوں کا مغز ستر کپڑوں کے نیچے سے بھی نظر آئے گا۔
جب ہڈی کے مغز کی یہ کیفیت ہو گی تو کیا بصارت بصیرت نہ بن جائے گی اور
لطیف کا ادراک نہ کر سکے گا ؟ **وھو اللطیف الخبیر** پھر فرمایا کہ جن لوگوں کو
بصیرتی کے سبب دیدار الٰہی ہونا ناممکن نظر آتا ہے وہ آخرت میں بھی محروم دیدار
گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے **من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی
واضل سبیلا** یعنی جو دنیا میں اس کی قدرت کی نشانیاں نہیں دیکھتا وہ قیامت کے
بھی اس کا دیدار نہیں کر سکے گا۔ اور **اضل سبیلا** جو فرمایا اس سے یہ اشارہ ہے
اس جہان کے اندھوں کو اس بات کی امید نہیں کیونکہ یہ تو صرف اسی جہان میں
اس جہاں میں نہیں ہے کیونکہ استعداد اس جہان میں ختم ہو جاتی ہے اس مضمون
ایک رباعی ہے۔

آنانکہ خدا در آں زماں می بینند
اول تو بداں دریں جہاں می بینند

دیدار خدا دریں وآں یکساں است
ہر لحظہ بظاہر ونہاں می بینند

یعنی جو اہل اللہ اس جہان میں خدا کو دیکھیں گے وہ اس جہان میں بھی
ہیں اللہ کا دیدار یہاں اور وہاں دیکھنا برابر ہے اہل اللہ کو وہ ہر لحظہ ظاہر و پوشیدہ
آتا ہے۔

شریعت' طریقت اور حقیقت کی تشریح

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ نے زیب عنوان مسائل کی تشریح کرتے
فرمایا کہ سالک کے لئے سلوک میں پہلا مرتبہ شریعت ہے۔ طالب کے لئے ض

و اس کے حفظ مراتب کی کوشش کرے اور جب کوشش سے شریعت میں مستحکم
ے گا تو اس کی برکت سے طریقت کی خواہش خودبخود پیدا ہو جائے گی اور جب
ت کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ بشریت کے حجاب اس کی
کھوں سے دور کر دیں گے اور حقیقت کے معنی اس پر منکشف ہو جائیں گے جو
ں روح ہے لہٰذا شریعت' معاملات کی نگہداشت اور مرتبہ طریقت کے حصول کا
ہے اور طریقت بری خصلتوں سے باطن کو پاک کرنے اور مرتبہ حقیقت کے
ل کا موجب ہے اور حقیقت کیا ہے وجود کو فانی بنانا اور دل کو ماسوا اللہ تبارک و
سے خالی کرنا۔ اور درجہ قرب کے حصول کا ذریعہ بھی حقیقت ہی ہے۔

پھر فرمایا یاد رکھو کہ انسان تین چیزوں نفس' دل اور دماغ کا مجموعہ ہے ان میں
ہر ایک کی اصلاح خاص چیز سے ہوتی ہے چنانچہ نفس کی اصلاح شریعت سے دل
طریقت سے اور روح کی حقیقت سے۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے مجھے مثنوی مراد
لعفین یاد آگئی جو میری والدہ مکرمہ (شریف سلطان) کے دادا حضرت قلندر شاہ ولی
فی ۱۲۴۸ھ) کے برادر کلاں پیر مراد شاہ لاہوری (متوفی ۱۲۱۵ھ) اور مدفون موضع
انہ کی منظوم ہے اس میں اس مسئلہ پر چند شعر دل آویز منقول ہیں۔ غور کریں ۔

ے کو در شریعت راسخ آید
یقت راہ بروے خود کشاید

بجامی آر آداب شریعت
طریقت جو ہم از باب شریعت

شرع رسول پاک و اطہر
یقت را طریقے نیست دیگر

شریعت را مقدم دار اکنوں

طریقت از شریعت نیست بیرو[illegible]

شریعت بیخ داں اے مرد دیندار
طریقت ہم چو برگ و بار پندار

شریعت ہچو الفاظ فصیح است
طریقت چوں معانی صریح است

شریعت را مثال آمد بہ بادہ
طریقت را مثل مستی فتادہ

بجو از بادہ بیروں مستی اے یار
ہمیں یک حرف مارا یادی دار

پھر فرماتے ہیں ۔

الا اے بادہ آشام شریعت
شدہ خوش مست از جام شریعت

مے ناب شریعت تلخ و تیز است
مصفا ولے خوش نشہ خیز است

ازیں مے مست شد شبلی و عطار
جنید و بایزید و پیر انصار

تنک ظرفی ازیں مے کرد منصور
زمستی در جہاں افگندہ صد شور

وگرنہ ہر یکے مست است و خاموش
نہادہ مہر بر لبہا و خاموش

یعنی جو شخص پختہ طور پر شریعت کا پابند ہو اس پر خود بخود طریقت کی راہ کھل جاتی ہے۔ لہٰذا طالب کو چاہیے آداب شریعت بجا لائے اور اسی سے طریقت کا نشان پائے۔ رسول اللہ کی شریعت کے سوا اور کوئی طریقہ طریقت کے حصول کا نہیں لہٰذا

س کو مقدم سمجھنا چاہئے کیونکہ شریعت جڑ ہے اور طریقت اس کے پھل پھول پتے
ور پھل ہیں۔ شریعت کو فصیح الفاظ سمجھو اور طریقت کو اس کے معانی۔ شریعت کی
ثال شراب کی ہے اور طریقت کی سرور و مستی کی۔ جس طرح مستی' شراب کے بغیر
ہیں آسکتی اسی طرح شریعت پر پابندی کے بغیر طریقت کا راستہ نہیں مل سکتا۔ شریعت
ی خالص شراب کو تلخ و تیز ہے مگر ہے بڑی پاکیزہ اور کیف آور۔ اسی شراب سے
بل' عطار' جنید بغدادی اور بایزید بسطامی اور پیر انصار مست ہوئے اور ہوشیار رہے۔
اس سے منصور نے تنگ ظرفی کا اظہار کیا اور دنیا میں انا الحق کہہ کر شورش ڈال
ی۔ اور شریعت کا حکم اس پر نافذ ہوا اور قتل دیگر بزرگان دین مست ہیں اور
ہوش۔ الخ

صوفی کو حالت وجد میں شعور و فانی ہونے کا نکتہ

میاں حاجی محمد نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ
ے پوچھا کہ اس نکتہ کی تشریح فرمائیں۔ بزرگ ایک طرف تو فرماتے ہیں کہ صوفی کو
جد کی حالت میں اس قدر شعور ہو کہ اگر اس کی مٹھی چنے سے بھری ہو اور اس
ں سے ایک دانہ گر پڑے تو صوفی کو اس کی بھی خبر ہو اور پھر یہ بھی بزرگ فرماتے
یں کہ صوفی کو وجد کی حالت میں فانی ہونا چاہئے اور فنا سے مطلب شعور کا ہونا ہے
ان دو متضاد باتوں میں تطابق کیسے ہو ؟

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ جب صوفی وجد کی حالت
یں ہوتا ہے تو اپنی ہستی سے خالی ہوتا ہے۔ اور بقائے حق سے باقی پس جس وقت باقی
حق ہوگا تو یقیناً چنے کے گرنے سے کیا بلکہ اس سے بھی چھوٹی چیز سے واقف ہوگا
اس لئے تو کہتے ہیں صوفی کو وجد کی حالت میں آسمان و زمین کی چیزیں اس طرح دکھائی
تی ہیں گویا اس کے ناخن پر موجود ہیں۔

شیخ سعدی کے ایک شعر کے معنی

حضرت شیخ میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں شیخ سعدی کا یہ شعر پڑھا۔

خوے بد در طبیعتے کہ نشست
نرود جز بوقت مرگ از دست

یعنی جس شخص کو جو بری خصلت پڑ جائے وہ مر کر ہی جاتی ہے اور اس کے معنی یہ بتائے اس موت سے طبعی موت مراد نہیں بلکہ نفس و شہوت کی موت مراد ہے بعض مشائخ کی بابت لکھا ہے کہ وہ اوائل میں برے اعمال کے مرتکب تھے اور توبہ اور انابت سے کامل اولیاء بن گئے۔ اب کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ بری خو تا مرگ ان میں باقی رہی ہو گی۔ معاذ اللہ ایسا اعتقاد نہ رکھنا۔

موت سے پہلے مرنے سے مراد

پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ موتوا قبل ان تموتوا ! (مرنے سے پہلے مر جاؤ) اس سے مراد نفس، خواہش اور شہوت کو مارنا ہے جو سالکوں کا شیوہ ہے۔ انسان جب تک اپنے نفس کو نہیں مارتا اور اپنی خواہشوں اور آرزوؤں کو نہیں چھوڑ دیتا اس سے بری خو ہرگز زائل نہیں ہوتی۔ فرمایا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اولیاء کی موت ان کے نفس کا مرنا ہے جب ان کا نفس مرجاتا ہے تو پھر ابدالآباد تک زندہ ہی رہتے ہیں۔ جیسا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے المومن حی الدارین مومن دونوں جہان میں زندہ ہے یعنی عارف ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یعنی جو عشق الہی میں فنا ہو گیا وہ کبھی نہیں مرتا اور مدام زندہ رہتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلبون من دار الی دار یعنی اولیاء اللہ نہیں مرتے بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر نقل مکانی کرتے ہیں۔

تصرف اولیاء

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء اللہ کا تصرف زندگی میں اور موت کے بعد یکساں ہوتا ہے بلکہ وفات کے بعد زیادہ اور بہتر ہوتا ہے توجہ اور تصرف اچھی طرح کر سکتے ہیں کیونکہ زندگی میں تو حجاب بدنی بعض چیزوں کے احوال پوشیدہ رکھتا ہے اور وفات کے بعد یہ حجاب بھی اٹھ جاتے ہیں اور ایسے ہو جاتے ہیں گویا تلوار میان سے سونت لی اور یہ بات یقینی ہے کہ خوف میں بند تلوار سے سونتی ہوئی تلوار اچھی طرح کام کر سکتی ہے۔

آپ کے ترک و تجرید کی کیفیت

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ لڑکپن ہی سے ترک و تجرید میں یگانہ روزگار تھے شیخ داؤد کی زبانی روایت ہے کہ میں (داؤد) ہمیشہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ لاہور کے علماء سے ایک شخص شیخ حامد گوجر کو آپ نے آخری عمر میں یاد الہی میں مشغول کیا تھا۔ اس کی عورت نے مجھ سے آکر بیان کیا کہ خدا کے لئے حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرو کہ آپ نے تو مجھے خاوند کی زندگی ہی میں بیوہ کر دیا۔ میرا گھربار تباہ ہو رہا ہے۔ اور خاوند میری طرف توجہ ہی نہیں کرتا یہ سن کر میں (داؤد) میاں صاحب کے گھر گیا اور میرے ہمراہ میاں محمد مراد مفتی بھی تھے ہم نے دیکھا کہ آپ تنہا پڑے ہیں

اور تکیہ کی بجائے دستار مبارک زیر سر ہے اور بدن کی بھنسیوں پر مکھیاں بیٹھی ہوئی ہیں جن کو اڑانے کے لئے کوئی خادم بھی موجود نہیں اور سینہ مبارک سے آواز آرہی ہے۔ ہم یہ حالت دیکھ کر رو پڑے۔ اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے آپ نے آنکھیں کھولیں۔ پوچھا کون ؟ عرض کیا داؤد اور محمد مراد۔ کس طرح آئے ؟ ملا حامد کی بیوی کا پیغام عرض کیا گیا۔ آپ اٹھ بیٹھے اور ہمیں بھی بٹھایا اور جواب میں فرمایا کہ ملا حامد سے جو کچھ اس کی عورت چاہتی ہے وہ اس کام کا نہیں۔ کیونکہ ہمارے شغل کی یہ کیفیت ہے کہ ماسویٰ اللہ سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ پھر میں (داؤد) نے رو کر عرض کیا کہ جناب کی یہ کیا حالت ہے کہ اپنے تن بدن کی بھی خبر نہیں۔ آپ کا وجود بہت غنیمت اور مبارک ہے کوئی مکھیاں اڑانے کو بھی موجود نہیں۔ فرمایا اے داؤد مجھے مطلق خبر نہیں۔ اگر تم چھری سے میرا بند بند کاٹ دو تو بھی مجھے خبر نہ ہو۔ اہل شریعت کے نزدیک تو کفر کے بعد کلمہ پڑھنے سے آدمی مومن ہو جاتا ہے لیکن اہل حقیقت کے نزدیک غفلت کا علاج کسی چیز سے نہیں ہو سکتا۔

ملاقات بادشاہ جہانگیر

اکبر بادشاہ کا بیٹا سلیم نام سے اس لئے موسوم ہوا کہ وہ حضرت شیخ سلیم چشتی (مزار در فتح پور سیکری) کی دعا سے پیدا ہوا تھا۔ مگر جب وہ باپ کے مرنے کے بعد ۳۸ برس کے سن میں ۱۰۱۴ھ میں تخت نشین ہوا تو اس نے اپنا نام جہانگیر اور لقب نورالدین رکھا۔ دونوں کی وجہ تسمیہ وہ یوں لکھتا ہے کہ چونکہ بادشاہوں کا کام جہانگیری ہے اس لئے میں نے یہ نام اختیار کیا اور چونکہ نور کے تڑکے میں تخت نشین ہوا تھا اس لئے لقب نورالدین رکھا۔

جہانگیر بزرگوں کی زیارت کا بڑا شائق تھا چنانچہ اپنے چودھویں سن جلوس کے واقعات میں جو ۱۰۲۸ھ مطابق ۱۶۱۹ء میں ہوئے اس نے تین بزرگوں کے متعلق اپنے تاثرات درج تزک جہانگیری کئے ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت اور

۳۔ حضرت شیخ میاں میر رحمتہ اللہ کے متعلق۔ یہاں حضرت موخر الذکر کی نسبت جو جہانگیر نے لکھا ہے وہ من و عن درج کیا جاتا ہے۔

"چوں بعرض رسید کہ در لاہور میاں شیخ محمد میر نام درویشے است سندی الاصل بغایت فاضل و مرتاض و مبارک نفس و صاحب حال و در گوشہ توکل و عزلت منزوی گشتہ از فقر غنیے و از دنیا مستغنے نشستہ است بنا بریں خاطر حق طلب بے ملاقات ایشان قرار نگیرد بدیدن ایشاں رغبت افزود بلاہور رفتن متعذر رقعہ بخدمت ایشان نوشتہ شوق باطن را ظاہر ساختم۔ و آں عزیز باوجود کبر سن و ضعف بینہ تصدیعہ کشیدہ تشریف آوردہ۔ و مدت ممتد تنہا بایشاں نشستہ صحبت متوفے داشتہ شد۔ الحق ذات شریف است و دریں عہد بغایت غنیمت و عزیز الوجود ایں نیازمند از خود برآمدہ با ایشان صحبت داشت و بسا سخنان بلند از حقائق و معارف استماع افتاد۔ ہرچند خواستم نیازے بگذرانم چوں پایہ ہمت ایشاں ازاں عالی تر یافتم خاطر باظہار ایں مطلب رخصت نداد۔ پوست آہو سفید بجہت جائے نماز بایشاں گزرانیدم فی الفور وداع شدہ بہ لاہور تشریف بردند"

جہانگیر نپی تلی بات کہنے کا عادی ہے۔ اس نے تحریر بالا میں حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے علم و فضل اور زہد و ریاضت اور فقر میں غنا کی تعریف کی ہے جو بالکل بجا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ پیر ضعیف تھے۔ چونکہ آپ ۹۵۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے وقت ملاقات آپ کا سن شریف ۷۱ برس کا ہوا۔ ملاقات کس جگہ ہوئی صاف نہیں لکھا۔ تزک میں اس سے پہلے مقام فرخ آباد لکھا ہے اور بعد ملاقات دولت آباد۔ لہذا انہی مقامات کے درمیان آپ جہانگیر سے ملے۔ اس ملاقات کی تفصیل دارا شکوہ نے سکینتہ الاولیاء میں دی ہے جو بڑی دلچسپ ہے لہذا نقل کی جاتی ہے بطور سوال و جواب

جہانگیر : جناب شیخ ! میرے پاس خزانے میں جو زر و جواہر وغیرہ ہے وہ میری نظر میں اینٹ اور پتھر کے برابر ہے اگر آپ توجہ فرمائیں تو میں بھی دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو کر آپ کا درویش بن جاؤں۔

حضرت میاں میر : چونکہ تم کہتے ہو کہ میری نظر میں جواہر اور پتھر یکساں ہیں اس لئے تم صوفی ہو

جہانگیر : حضرت ! آپ ایسی دلیلیں دے کر مجھے ہلاک نہ کریں اور ترک دنیا کی اجازت دیں۔

حضرت میاں میر : تمہارا وجود خلق اللہ کی پاسبانی کے لئے ضروری ہے اور تمہارے عدل کی برکت سے فقیر بھی دل جمی سے اپنے کام میں مشغول ہیں اس لئے تمہارا تخت پر متمکن رہنا مفید خلق ہے۔

جہانگیر : میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میری عرض کی طرف توجہ فرمائیں

حضرت میاں میر : اچھا تم پہلے اپنے جیسا خلقت کا عادل نگہبان کوئی شخص پیش کرو۔ پھر میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا کر مشغول کروں گا۔

جہانگیر : اچھا آپ کو یہی پسند ہے تو گردن تسلیم خم ہے اب عرض ہے کہ آپ مجھے کوئی خدمت فرمائیں کہ بجا لاؤں

حضرت میاں میر : جو میں مانگوں گا دو گے

جہانگیر : بسرو چشم

حضرت میاں میر : میں جلد از جلد رخصت چاہتا ہوں

داراشکوہ کا بیان ہے کہ بادشاہ نے بڑی تواضع سے آپ کو رخصت کیا اور بعد میں بھی شوق ملاقات کی آرزو کا اظہار کرتا اور لکھتا رہا۔

قالب ایں جا است جاں در کوئے دوست
خلق راہ وہمے کہ جان در قالب است

ایک رقعہ کا سرنامہ تھا "بعرض حضرت پیر دستگیر شیخ میرازین نیازمند درگاہ الٰہی جہانگیر" اور مضمون یہ کہ بعد عرض دعا التماس ہے کہ اس بندۂ خدا کو ظالم رافضی کے ہاتھ سے خلاصی دلائیں۔ جو شخص پہلے خلاف عہد کرے وہ بالضرور غضب الٰہی میں گرفتار ہو گا۔ آمین

یہ رقعہ اس وقت لکھا گیا جب کہ ایران کے بادشاہ نے قندھار پر چڑھائی کی تھی۔

نوٹ : ایران میں صفوی خاندان کی حکومت ۱۵۰۲ سے ۱۷۳۶ء تک رہی۔ یہ خاندان بڑا متعصب شیعہ تھا۔ نادر شاہ افشاری ترک نے ایران کی عنان حکومت سنبھال کر لعن وتبرا کی رسم "حکما" بند کی۔ میں کتاب جہاں کشائے نادری سے ایک رسالہ بنام شیعہ سنی میں مصالحت مرتب کیا ہوا ہے جو دارالاشاعت علوم اسلامیہ حسین آگاہی ملتان شہر سے (دو آنہ ۲) پر دستیاب ہو سکتا ہے [۱]۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ لعن و تبرا کی رسم بد کب جاری ہوئی اور نادر شاہ نے اتحاد بین المسلمین کے نیک ارادہ سے اسے بند کر کے ثواب عظیم حاصل کیا۔ اقبال مرحوم نے اس کی تعریف میں لکھا ہے۔

---

[۱] یہ ادارہ ایک مدت سے ختم ہو چکا ہے۔ (ادارہ)

تا در آں رمز آشنائے اتحاد
با مسلماں داد پیغام وداد

بادشاہ شاہجہان کی حاضری

دارا شکوہ "سکینتہ الاولیاء" میں رقم طراز ہے کہ جہانگیر کی وفات کے بعد خلیفہ برحق شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ دو مرتبہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوئے۔ میں بھی اس وقت ساتھ تھا۔ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سی لطیف باتیں اور پند و نصائح فرمائیں۔ پہلی بات جو آنجناب نے فرمائی وہ یہ تھی کہ عادل بادشاہ کو اپنی رعیت اور سلطنت کی خبر گیری اور اپنی تمام ہمت ولایت کو آباد کرنے میں صرف کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر رعیت آسودہ حال اور ملک آباد ہے تو سپاہ آسودہ اور خزانہ پر ہو گا۔ بعد ازاں دین و مذہب کی گفتگو شروع ہوئی (اس کے بعد دارا شکوہ نے اپنی بیماری اور اس سے شفا پانے کا ذکر کیا ہے جو سفینتہ الاولیاء سے میں پیشتر ازیں نقل کر چکا ہوں۔

حضرت بادشاہ بہت دیر حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے رہے حتیٰ کہ آپ نے دعا کر کے انہیں رخصت کر دیا۔

دوسری ملاقات پر بادشاہ نے حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ آپ توجہ فرمائیں۔ کہ میرا دل دنیا کی طرف سے سرد ہو جائے آپ نے فرمایا کہ جب تم کوئی نیک کام کرو اور مسلمان کا دل خوش ہو اس وقت اپنے حق میں دعا کرو۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے اللہ کے سوا اور کچھ نہ مانگو۔ پھر یہ شعر پڑھا ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

یعنی دنیا کی حرص رکھتے ہوئے یہ چاہنا کہ مقبول خدا ہو جاؤ ایک محال اور

مجنونانہ خیال ہے۔

دارا شکوہ لکھتا ہے کہ اس مرتبہ بھی بادشاہ تقریباً ایک پہر حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہ کر رخصت ہوا۔ اس کے جانے کے بعد شیخ محمد لاہوری کے استفسار پر کہ مجلس کیسی رہی آنجناب نے فرمایا کہ بادشاہ فرد کامل اور مظہر خاص ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی آمد و رفت اور بات چیت سے میری حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ کیونکہ میں جس کام میں مشغول تھا اسی میں لگا رہا۔ (دل بیار دست بکار) پھر فرمایا صوفی جب کامل ہو جاتا ہے اور اس کا دل خطرے سے پاک ہو جاتا ہے تو اسے کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی۔ وہ خود بادشاہ ہوتا ہے اس کی نگاہ میں بادشاہت کچھ قدرو منزلت نہیں رکھتی۔ کیونکہ سب بادشاہ اس کے مسخر ہوتے ہیں۔ من لہ المولےٰ فلہ الکل (جس کا خدا ہے اس کا سب کچھ ہے)

بادشاہ (شاہجہاں) نے میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہوئے کہ آپ دنیوی مال سے کنارہ کش ہیں یہ کھجوروں کی تسبیح اور شال کی دستار بطور نذر قبول فرمائیں۔ آپ نے دستار تو واپس کر دی اور تسبیح رکھ لی اور پھر وہ مجھ مخلص مرید (دارا شکوہ) کو عنایت فرما دی۔

دارا شکوہ کی عقیدت : دارا شکوہ بیان جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے کہ چونکہ اس مرتبہ بندہ کا یقین پختہ تر ہو گیا تھا۔ اس لئے جب بادشاہ اور دیگر اشخاص آنجناب کے بالا خانہ پر گئے تو میں اپنی پاپوش کو نیچے پھینک اور اس مبارک گھر کو وادی مقدس سمجھ کر ننگے پاؤں گیا۔ حضرت میاں جی رحمتہ اللہ علیہ بادشاہ سے ہمکلام ہوتے وقت لونگ چبا کر پھینکتے جاتے تھے۔ بعض حاضرین کو یہ امر ناگوار گزرا۔ لیکن بندہ کمال ارادت و اخلاص سے ان کو جمع کر کے کھاتا تھا۔ اس وقت میرے دل سے دنیا سے بے تعلقی اور اس گروہ کی محبت زیادہ ہوتی گئی۔ اور اس برکت سے بڑے بڑے اثر مجھ پر ظاہر ہوئے اور مجھے مل گیا جو مل گیا اور اسی کی برکت سے قوت

بیانیہ حاصل ہوئی۔ اور طبیعت موزوں ہو گئی۔ امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن بھی آنجناب کے فقیروں کے زمرہ میں میرا حشر ہو گا جب بادشاہ ساتھیوں کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ تو بندہ نے تنہا حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سر آنجناب کے قدموں پر رکھ دیا۔ دیر تک ملتا رہا اور آپ بشاشت اور خوشحالی سے اپنا دست مبارک اس فقیر کے سر پر پھیرتے رہے۔ مجھے اعزاز بخشا اور مرحمت فرمائی اور رخصت عنایت کی پھر آنجناب کے بعض احباب سے سننے میں آیا کہ جب حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے سنا کہ میں ننگے پاؤں اوپر گیا تھا تو آپ نے خوش ہو کر دوبارہ میرے حق میں دعا کی۔

دارالشکوہ نے اپنی طرف حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی خاص توجہ کے اور بہت سے واقعات لکھے ہیں چونکہ مضمون طویل ہو رہا ہے اس لئے جتنا لکھا جا چکا ہے اتنا میں کافی سمجھ کر بس کرتا ہوں۔

حضرت میاں میرؒ کی چند کرامتوں کا بیان

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

غیب سے طعام و نقد مہیا ہونا : حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے چار بھائی تھے۔ ۱۔ میاں قاضی، ۲۔ قاضی عثمان، ۳۔ قاضی طاہر، ۴۔ قاضی محمد۔ جو اپنے وطن سیوستان علاقہ سندھ میں رہتے تھے اور آپ محمد میر لاہور میں مقیم تھے۔ ایک دفعہ ان بھائیوں میں سے ایک لاہور آیا جب کہ آپ فقر و فاقہ میں تھے۔ گھر میں کچھ نہیں تھا مہمان بھائی کے لئے بڑے مضطرب ہوئے کہ اسے کیا کھلائیں۔ بھائی کو حجرہ میں بٹھا کر آپ باغ میں چلے گئے۔ وضو کیا اور دو نفل پڑھ کر درگاہ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا۔ الٰہی ! میں بے کس و بے یار و مددگار ہوں تیرے سوا میرا اور کوئی یاور نہیں۔ پاس کچھ نہیں کہ عزیز مہمان کو کھلاؤں۔

مشغول دعا ہی تھے کہ گھر سے ایک شخص آیا اور کہا کہ آپ کے لئے کوئی شخص کھانا لے کر آیا ہے۔ اور آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ آئے اور لانے والے نے طعام کا خوان اور کچھ نقد بھی پیش کیا اور کہا کہ جس سے آپ نے مانگا ہے اس نے یہ چیزیں بھیجی ہیں۔ اور کہا کہ اگر اور چاہئے تو وہ بھی بھیج دوں۔ آپ نے دوگانہ شکرانہ ادا کیا اور مہمان بھائی کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

چڑی مار کی توبہ : حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ دیکھا کہ ایک فاختہ کوکو کے نغمے گا رہی ہے۔ آپ ان نغموں سے محظوظ ہو رہے تھے کہ اتنے میں ایک چڑی مار نے تاک کر اسے غلولہ رسید کیا اور وہ گر کر مر گئی۔ شکاری اسے مردہ سمجھ کر پھینک کر چلا گیا۔ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ نے خادم سے کہا۔ فاختہ کو اٹھا لاؤ جب وہ لایا تو آپ نے اس کے جسم پر باکرامت ہاتھ پھیرا تو وہ جی کر درخت پر جا بیٹھی اور محو ترنم ہوئی۔ چڑی مار یہ دیکھ کر اسے نشانہ کرنے لگا تو آپ نے منع فرمایا مگر وہ باز نہ آیا۔ غلیل لے کر کھینچنے لگا ہی تھا کہ ہاتھ میں درد شدید اٹھا جس کی شدت سے وہ تڑپ کر زمین پر گر پڑا۔ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ فوراً اس کے سر پر پہنچے اور فرمایا اے بے درد یہ درد اسی بے دردی کی وجہ سے ہے جو تو نے فاختہ سے روا رکھی اور میرا کہنا نہ مانا۔ آخر اس نے آپ کے پاؤں پر سر رکھ کر معافی مانگی اور عرض کیا کہ میں نے آئندہ شکار سے توبہ کی۔ حضرت نے رحم کھا کر اس بے درد کے درد ناک ہاتھ پر دست مبارک پھیرا جس سے اسے افاقہ ہو گیا یہ کرامت دیکھ کر وہ آپ کا مرید بن گیا۔

۳۔ طمع راسہ حرف است و ہرسہ تہی : یہ حضرت سعدی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک شعر کا مصرعہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ لفظ طمع کے تین حرف ہیں اور تینوں خالی اس طرح طامع کو محرومی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مفلوک الحال مغل حاضر

ہوا اسی اثنا میں ایک شخص آیا اور اس نے پچیس روپے بطور نذر آپ کی خدمت میں پیش کئے آپ نے خلاف عادت وہ نذرانہ قبول کر لیا۔ اور اسی وقت اس غریب مغل کو عنایت کر دیا اور فرمایا کہ اس رقم سے ایک گھوڑا خریدو اور فلاں شہزادے کے پاس جاؤ وہ تمہیں سواروں میں نوکر رکھ لے گا۔ ایک شخص وہاں بیٹھا تھا۔ اس نے چلا کر کہا۔ واہ حضرت خوب انصاف کیا کہ رقم ایک ہی شخص کو دے دی۔ میں بھی مستحق تھا۔ میرا حصہ بھی نکالا ہوتا۔ اس قسم کی بکواس کرتا ہوا وہ اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ شخص بڑا حریص ہے۔ اس کی کمر میں سوا سو کے قریب ..... درہم بندھے ہیں اور پھر بھی طمع نہیں چھوڑتا۔ اسے اس کی سزا ملے گی۔ قصہ مختصر وہ نہانے گیا تو درہموں کی پوٹلی غسل خانے میں بھول گیا جو کسی نے اٹھا لی۔ روتا پیٹتا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ دریا کی طرف جا وہاں ایک شخص کشتی میں بیٹھا ہے تیرا روپیہ اس کے پاس ہے۔ اس سے لے لے چنانچہ یہ وہاں پہنچا تو اس نے روپیہ اسے دے دیا مگر اسے روپیہ کے گم ہونے کے غم سے پیچش لگ گئی تھی۔ اسی بیماری سے وہ مر گیا اور روپیہ اس کے دو نوکروں نے ہتھیا لیا۔ تیسرا نوکر دیکھتا تھا اس نے ان کے کھانے میں زہر ملا کر کھلایا اور وہ مر گئے اور یہ شخص ان کے قتل کے جرم میں مار ڈالا گیا۔ طمع نے چاروں کی جان لی۔

۴۔ **فرار شدہ کنیز کی بازیابی** : ایک شخص کی لونڈی اپنے مالک کا مال جو بطور امانت اس کے پاس تھا لے کر فرار ہو گئی۔ اس نے ہرچند تلاش کیا مگر نہ ملی۔ آخر حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور قصہ مصیبت بیان کیا آپ نے فرمایا گھر جا وہاں کنیز کو موجود پائے گا۔ چنانچہ وہ گیا تو اسے موجود پایا۔ حیران ہوا کہ یہ یک بیک کس طرح آگئی۔ لونڈی سے پوچھا تو اس نے کہا میں خود حیران ہوں کہ اتنے دور دراز فاصلے سے کس طرح واپس پہنچ گئی۔ ہاں یاد آیا کہ ایک ہاتھ غیب سے ظا ہوا جو غالباً حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ تھا اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور یہاں لا بٹھایا۔

۵۔ مرید بروقت روستاق پہنچا : حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا بڑا عالم فاضل جو روستاق کا رہنے والا تھا۔ سنگی نام۔ وہ بڑی مدت سے آپ کی خدمت میں رہتا تھا آپ نے اسے ایک دن فرمایا کہ تمہارا جلدی وطن پہنچنا ضروری ہے۔ چنانچہ وہ بادل ناخواستہ چل پڑا بدخشان پہنچا اور شام کے بعد وارد روستاق ہوا۔ اپنے گھر کے پاس بڑی چہل پہل دیکھی۔ شمعیں روشن تھیں اور طعام پک رہا تھا۔ ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کیا تقریب ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ مکان ملا سنگی کا ہے۔ بائیس برس ہوئے کہ وہ ہندوستان گیا تھا پھر نہیں لوٹا چند مہینے ہوئے کہ اس کی وفات کی خبر آئی۔ بیوی ایام عدت پوری کر چکی ہے اب اس کے نکاح ثانی کی تیاری ہے۔ یہ سن کر وہ اپنے پیر دستگیر کے کشف و کرامات کا قائل ہوا۔ اپنے صورت آشناؤں سے ملا۔ جنھوں نے اسے پہچان کر حاضرین مجلس نکاح کو اس کے زندہ موجود ہونے کی خبر دی اور سب کو منتشر ہونا پڑا۔ ملا سنگی چند دن اپنے اہل و عیال میں رہا ان کے نان و نفقہ کا بندوبست کر کے پھر خدمت پیر میں لاہور حاضر ہو گیا۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا۔ ملا ! اگر وہاں دیر سے پہنچتا تو بڑی قباحت پیدا ہوتی۔ ملا نے آپ کے پائے مبارک پر سر رکھ کر شکرانہ ادا کیا۔

۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ کو تسلی فرمانا : جب جہانگیر بادشاہ آخری دفعہ کشمیر گیا تو چند مخالفوں نے اسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرزا حسام الدین کے خلاف' جو خواجہ باقی باللہ کے جلیل القدر مریدوں میں سے تھے کے خلاف جھوٹی باتیں بنا کر گوش گزار کیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ عبدالحق اور مرزا حسام الدین دہلی سے کشمیر آئیں اور شیخ عبدالحق لاہور پہنچے اور پریشان حال حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا حال بیان کیا۔ آپ نے تسلی دی کہ آپ کشمیر جائیں گے نہ حسام الدین اور نور الحق بھی کابل نہیں جائے گا۔ سب خوش و خرم دہلی میں رہیں گے۔ چار روز بعد جہانگیر کے کشمیر میں فوت

ہونے اور اس کی نعش لاہور لا کر دفن ہونے کی اطلاع ہو گئی اور سب کے حکم جلا وطنی منسوخ ہو گئے اور خوشی خوشی دہلی واپس چلے گئے۔ یہ ۱۰۲۷ھ بمطابق ۱۶۲۷ء کا واقع ہے جس کے آٹھ برس بعد حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ واصل بحق ہوئے۔

۷۔ درخت سرو کی تسبیح : ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہر شے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے۔ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ ایک دن باغ میں تشریف لے گئے اور سرو کے درخت سے پوچھا کہ تمہاری تسبیح کیا ہے اس نے عرض کیا کہ اسم "یا نافع"۔

۸۔ آپ کے رومال کی برکت : حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ وضو کر کے جس رومال سے منہ پونچھا کرتے تھے وہ آپ نے اپنے ایک خادم کو عطا کر دیا اور فرمایا کہ اپنے اہل و عیال میں سے جس بیمار کے سر پر اسے باندھو گے اللہ شافی اسے شفا بخش دے گا۔ چنانچہ اس نے ہر بیماری اور آسیب پر اسے آزمایا اور شافی پایا۔

۹۔ کھاری چاہ کا میٹھا ہونا : امرائے لاہور میں سے ایک نے ایک حویلی میں کنواں کھدوایا۔ مگر اس کا پانی کھاری برآمد ہوا۔ وہ اس سے ایک کوزہ بھر کر حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے آیا۔ اور حال عرض کیا آپ نے سورہ الحمد پڑھ کر اس پر دم کی اور اس سے تھوڑا سا پانی کر فرمایا کہ اسے لے جا کر کنوئیں میں ڈال دو۔ چنانچہ اس عمل سے اس کی کڑواہٹ شیرینی سے بدل گئی۔

۱۰۔ کانگڑہ کی فتح : جہانگیر نے تزک میں لکھا ہے کہ قلعہ کانگڑہ کسی بادشاہ سے فتح نہیں ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے اس کی فتح میرے عہد میں یکم محرم ۱۰۳۱ھ کو ہوئی۔ "خزینتہ الاصفیاء" میں لکھا ہے کہ قلعہ کانگڑہ کا کئی سال محاصرہ رہا۔ مگر فتح نہ ہوا۔ آخر فوج کے ایک افسر نے جو حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا مرید

تھا آپ کی خدمت میں تحریرا عرض کیا کہ اس کی فتح کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے اسی عرضی کی پشت پر رقم فرما دیا کہ ان شاء اللہ قلعہ کی تسخیر تیرے ہاتھ پر ہو گی۔ چنانچہ چار دن بعد قلعہ مسخر ہو گیا۔

۱۱- **گونگے لڑکے کی گویائی :** ایک شخص نے اپنا گونگا بیٹا حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ دعا کریں کہ یہ بولنے لگے۔ آپ نے لڑکے کی طرف توجہ کر کے فرمایا پڑھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چنانچہ اس نے بسم اللہ پڑھ دی اور گویا ہو گیا اور تھوڑی مدت میں اس نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔

۱۲- **لڑکے کی ولادت کی بشارت :** ایک شخص محمد فاضل نام حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا اس کا ایک بیٹا فوت ہو گیا۔ بحالت غم آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ غم نہ کھا تیری بیوی حاملہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اسے بیٹا عطا کرے گا۔ چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے نعم البدل عطا فرما دیا۔ اس کا نام محمد افضل رکھا گیا۔

حضرت میاں میر کا ایرانی مجتہد سے مناظرہ

سلطنت مغلیہ ہندوستان میں اکبر بادشاہ کے عہد میں مستحکم ہوئی۔ اکبر کی پالیسی صلح کل تھی۔ چنانچہ جہانگیر تزک میں رقم طراز ہے :

"پدر من در اکثر اوقات بادانایان ہر دین و مذہب صحبت می داشتند خصوصا باپنڈتاں و دانایان ہند و با آنکہ امی بودند و از کثرت مجالست بادانایاں و ارباب فضل در گفتگو باچناں ظاہر می شد کہ ہیچ کس پے بہ امی بودن ایشاں نمی برد و بد قائق نظم و نثر چناں می رسیدند کہ ما فوقے براں متصور نبود"

یعنی میرا باپ (اکبر بادشاہ) ہر مذہب و ملت کے داناؤں سے مجالست رکھتا تھا اور یہ عالموں کی صحبت کا اثر تھا کہ باوجود ان پڑھ ہونے کے نظم و نثر کے نکات کو اس

طرح پہنچتا تھا کہ اس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتا تھا۔

پھر جہانگیر لکھتا ہے کہ "ارباب ملل مختلفہ را در وسعت آباد دولت بے بدلش جا بخلاف سایر ولایت عالم کہ شیعہ را بغیر از ایران و سنی را در روم و ہندوستان و توران جانیست در ممالک محروسہ اش کہ ہر حدے بہ کنار دریارئے شور منتہی گشتہ ارباب ملتہائے مختلف و عقیدت ہائے صحیح و ناقص را جا بودہ راہ تعرض بستہ گشتہ سنی با شیعہ دریک مسجد و فرنگی با یہودی دریک کلیسا عبادت می سپردند۔ صلح کل شیوۂ مقرر ایشاں بود با نیکان و خوبان ہر طائفہ۔ و ہر دین و آئین محبت می داشتند و بقدر حالت و فہیدگی۔ بہر کدام التفاتے می فرمودند۔ الخ

حاصل کلام اس عبارت کا یہ ہے کہ اکبر بادشاہ کا طریق صلح کل تھا۔ با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام۔ ایران کے سوا شیعوں کے لئے جگہ نہیں اور سنیوں کی روم و توران و ہندوستان ہی میں گنجائش ہے۔ مگر اکبری سلطنت میں جس کی ہر حد سمندر سے ملتی ہے ہر کسی کو مذہبی آزادی ہے۔ سنی شیعہ ایک مسجد میں اور عیسائی موسائی ایک گرجا میں جمع ہوتے ہیں۔ الخ

آزادی کی یہ حالت دیکھ کر شیعہ افراد نے جو سرکار و دربار میں پناہ لے کر نور جہاں کے باپ اور بھائیوں کی طرح اعلیٰ عہدوں پر سرفراز ہو چکے تھے۔ مغلیہ دولت کو بھی ایران کی طرح اپنے مذہب میں رنگنا چاہا۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کو منظور نہ ہوا۔ پہلی کوشش جو نور جہاں کی تھی بار آور نہ ہوئی اور جہانگیر کے سامنے قاضی نور اللہ شوستری حضرت شیخ سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے حق میں سب و شتم کرنے کی پاداش میں مقتول ہوئے۔ نور جہاں بہت سٹ پٹائی اور اپنے عاشق شہنشاہ سے یہ سن کر کہ "تجھے میں نے دل دیا ہے نہ کہ دین و ایمان" خاموش ہو گئی اور ہندوستان کو ایران بنانے کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

دوسری دفعہ شاہ جہاں کے عہد میں آصف جاہ وزیر نے شیعی مذہب کی تبلیغ کے

نے ایران کے بادشاہ کو لکھ کر ایک جید مجتہد کو شاہی خرچ پر مدعو کیا جسے لاہور کی راہ شاہ جہاں کے پاس حاضر ہونا تھا۔ لاہور کے حاکم اسے حسب الحکم بادشاہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ سے ملایا۔ آپ اس سے بڑے تپاک سے ملے اور مجتہد مذکور سے سلسلہ کلام یوں شروع کیا

حضرت میاں میر : مجتہد صاحب ! آپ نے کربلائے معلی کی بھی زیارت کی ہو گی۔

مجتہد صاحب : خدا کا شکر ہے کہ اس مقدس جگہ کی زیارت سے کئی بار مشرف ہوا ہوں۔

حضرت میاں میر : کربلا کے کچھ فضائل بیان فرمائیں

مجتہد صاحب : اس خاک پاک کی ادنیٰ فضیلت یہ ہے کہ اس کے قرب و جوار میں سات سات کوس تک دفن ہونے والے روز محشر بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت میاں میر : کیا یہ فضیلت انبیاء کے مدفن کو بھی حاصل ہے۔

مجتہد صاحب : یقیناً نبی کے اردگرد دس دس کوس تک دفن ہونے والوں کا یہی اجر ہے۔

حضرت میں میر : جب نبی کے گرد اتنے فاصلے تک مدفونوں کی بخشش کا یہ مقام ہے تو کیا وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش میں کچھ شک ہے جو بالکل رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو بہ پہلو آسودہ ہیں ؟

راوی : حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی مراد حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ

تھا سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھی جو جان دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آرام فرما ہوئے چونکہ مجتہد دونوں کو معاذ اللہ غیر ناجی سمجھتا تھا اس لئے مجتہد صاحب کے لئے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن رہی اس لئے انہوں نے خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر جانا اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے رخصت طلب کی کہ جب دارالسلطنت شاہ جہانی سے دور ایک صوبے کے عالم نے ناطقہ بند کر دیا ہے تو خدا جانے مرکز میں کیسے کیسے فاضلوں سے سابقہ پڑے گا۔ اس لئے یہیں سے لوٹ جانا چاہئے۔ چنانچہ حاکم لاہور سے کوئی بہانہ بنا کر مراجعت فرمائے ایران ہو گیا۔ جان بچائی لاکھوں پائے۔ مجتہد صاحب گھر کو آئے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "ردروافض" کا دیباچہ ثانی۔ یہ کتاب دارالاشاعت علوم اسلامیہ حسین آگاہی ملتان نے شائع کی ہے۔

حضرت میاں میر کی سفارش سے گورو صاحب کی رہائی

جہانگیر لکھتا ہے کہ میرا بیٹا خسرو باغی ہو گیا اور اس نے مفسدوں کے فریب میں آکر لوٹ مار شروع کر دی۔ ایک شخص ارجن نام گوبند وال میں رہتا تھا اس نے پیری اور شیخی کے لباس میں بہت سے سادہ لوح ہندوؤں اور بیوقوف مسلمانوں کو اپنے اوضاع واطوار کا معتقد بنایا ہوا تھا۔ اور لوگ اسے گورو کہتے تھے۔ جب خسرو اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اور باتوں کے علاوہ اس کی پیشانی پر زعفران سے قشقہ لگا کر شگون دیا۔ میں نے یہ معلوم کر کے اس کی حاضری کا حکم دیا اور اس اعانت بغاوت کے جرم میں اس کا مال واسباب قرق کر لیا۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ امور سلطنت میں خویشی اور فرزندی کا کوئی لحاظ نہیں کہ "پادشاہ خویشی ندارد کے" جن مسلمانوں نے خسرو کی مدد کی تھی ان کو عبرتناک سزائیں

دیں اور خسرو کو مدت العمر قید رکھا۔ اور وہ قید ہی میں مرا۔

حالات حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ نے نہ صرف گورو ارجن دیو کی تاریخی عبادت گاہ کا سنگ بنیاد نصب فرمایا بلکہ گورو جی کی آڑے وقت میں ہمیشہ مدد فرمائی۔ جب دیوان چندول گورنر لاہور نے گورو جی کو عداوت کی وجہ سے سات ماہ کے لئے قید کر دیا تو حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ ہی کی توجہ سے انہیں مخلصی نصیب ہوئی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی توبہ

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے زمان شاہ درانی بادشاہ کابل کی عطا سے جب لاہور پر تسلط جما لیا تو دربار صاحب امرتسر کی زیب و تزئین کے لئے اس نے اسلامی عمارات سے سنگ رخام اور دیگر نوادرات اکھاڑ کر امرتسر بھیجنا شروع کر دیں۔ اسی سلسلے میں وہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرہ میں آیا اور پتھر اکھاڑنے کا حکم دیا مگر اس کی دل پسند لیلا نام خوش عنان گھوڑی بے قابو ہو گئی اور ایسی بیخ پا ہوئی کہ شاہسوار کو زمین سے فرش پر دے مارا۔ رنجیت سنگھ کو سخت چوٹوں نے بے ہوش کر دیا۔ جب ہوش آیا تو اسے معلوم ہوا ...... کہ یہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ کی بے ادبی کرنے کے خیال کی سزا ہے۔ چنانچہ مزار پر حاضر ہو کر ماتھا رگڑا اور بدنیتی سے توبہ کی اور پانچ سو روپیہ نذر گزرانا۔ اور ہمیشہ کے لئے آپ کا عقیدت مند بن گیا (احاطہ درگاہ میں جو چرخ چوب (رہٹ) والا کنواں ہے وہ بھی اس کا لگوایا ہوا ہے)۔

قادری سلسلے کے دوسرے لاہوری پیر حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ واقع بیرون دہلی دروازہ کی نسبت جب رنجیت سنگھ کے پوتے نونہال سنگھ ولد راجہ کھڑک سنگھ نے بدنیتی کا ارادہ کیا تو رات اس کا والد مر گیا۔ اور جب وہ اس کی نعش جلا کر واپس آ رہا تھا تو روشنائی دروازہ سے ایک پتھر کے گرنے سے ۱۸۴۰ء میں وہ بھی ہلاک ہو گیا اور روضہ موصوفہ بسلامت رہا۔

حضرت میاں میر کے احاطہ درگاہ میں اور گردو پیش مزارات

۱۔ مزار حاجی محمد صالح مرید واقع جانب غرب روضہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ جو ان سے ایک ماہ بعد فوت ہوئے۔

۲۔ مزار محمد شریف مرحوم فرزند ہمشیرہ و سجادہ نشین متوفی ۱۰۵۴ھ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ جمال خاتون جن کا مزار غرب رویہ روضہ مقبرہ خواجہ بہاری ہے۔

۳۔ روضہ کے سامنے حضرت کے سجادہ نشینوں کے متعدد مزار ہیں۔ ان ہی میں ملا حامد گوجر متوفی ۱۰۴۴ھ کا مزار ہے۔

۴۔ گورستان اقربائے محمد شریف مرحوم متصل مقبرہ خواجہ بہاری

۵۔ مزار بی بی جمال بادی ہمشیرہ ثانی حضرت بیروں باغ ملا شاہ جانب غرب حضرت ملا شاہ کا مزار اب موضع میاں میر کے اندر آگیا ہے۔

۶۔ مزار سید علی شاہ سابق سجادہ نشین متوفی ۱۹۵۶ء متصل چاہ سقایہ جانب مشرق روضہ

۷۔ ۱۔ مزارات حضرت عیسیٰ شاہ ولد سید سید شاہ' ۲۔ سید عنایت شاہ سجادہ نشین مرحوم ۱۳۵۴ھ' ۳۔ سید اکبر شاہ بن عیسیٰ شاہ ہر سہ مزارات ایک علیحدہ قبہ میں جانب مشرق روضہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ ہیں ۔

میں جینے کا لطف اٹھاؤں گا کیا
جو وہ رونق بزم تم ہی نہ رہے

۸۔ مزار زوجہ سید عبداللہ شاہ ڈسٹرکٹ جج جس پر یہ شعر کندہ ہے۔

یہ تمہارے ہی دم سے تھی بزم طرب

مجھے چھوڑ گئے کیا کیا یہ غضب

۹۔ سر سکندر حیات کی زوجہ کی قبر بھی اس طرف (جانب مشرق) ہے

۱۰۔ مزار مسقف حوریا تو بت خواجہ حسن نظامی متوفیہ ۱۳۶۷ھ ـ ۱۹۴۹ء یہیں احاطہ درگاہ کی آخری مشرقی جانب ہے چھت پر بھڑوں کا چھتہ اور ایک پرندے کا گھونسلہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس مصائب انقلاب سے مرنے والی کے مزار کا کوئی خبر گیر نہیں۔

۱۱۔ نادرہ بیگم : مقبرہ یا بارہ دری نادرہ بیگم جسے میں نے ہسٹری آف لاہور وغیرہ سے دیکھ کر غلطی سے تاریخ جلیلہ میں داراشکوہ کی بیٹی لکھ دیا تھا اور جو فی الحقیقت شہزادہ پرویز بن جہانگیر کی بیٹی از بطن جہاں بیگم بنت سلطان مراد بن اکبر بادشاہ ہے۔ نادرہ بیگم کے شکم سے داراشکوہ کے ہاں جہاں زیب بانو بیٹی ہوئی جسے بعد قتل داراشکوہ اس کی پھوپھی جہاں آرا بیگم نے پرورش کیا نادرہ بیگم کی شادی بڑی دھوم دھام سے شاہ جہاں نے ۱۰۴۲ھ میں کی تھی۔ ملاحظہ ہو شاہ جہاں نامہ جدید الطبع کا صفحہ ۳۹۱ یہ بارہ دری بالکل شکستہ حالت میں احاطہ درگاہ سے باہر پرے مشرق کی طرف کھیتوں میں ہے۔ اور اس کے اندر پہنچنے کے لئے بڑی مشکل آتی ہے کیا محکمہ آثار قدیمہ اس طرف توجہ نہ کرے گا۔

۱۲۔ حکیم فقیر محمد مرحوم : درگاہ کے احاطہ کی جنوبی دیوار کے ساتھ باہر کی جانب مزارات ہیں ان میں ایک مزار فخر الاطبا حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی امرتسری علیہ الرحمتہ کا ہے۔ اس کی غور و پرداشت مرحوم کے خلف الصدق حکیم محمد موسیٰ امرتسری باداۓ حق فرزندی خوب کرتے ہیں۔ مرحوم کی تاریخ رحلت یہ ہے۔

رفت از جہاں فقیر محمد کہ بے گماں

در ہر دو علم ماہر و دیاج آمدہ

گر گینہ پوش مانند مثال عمر بھر

درو ستش ارچہ سندس و دیباج آمدہ

شیخ العالجات کہ بد عارف الٰہ

ہر گام او بجادۂ منہاج آمدہ

تاریخ رحلتش بدل ناتی حزین

فوت نجیب در شب معراج آمدہ

۱۳۷۱ھ

ولہ

"اہل عرفان فقیر محمد قرین محمد"

۱۳۷۱ھ

جناب حکیم فقیر محمد صاحب مرحوم الحاج قبلہ میاں علی محمد صاحب خلیفہ و سجادہ نشین حضرت میاں محمد شاہ بسی شریف ضلع ہوشیار پور کے مرید خاص تھے۔

نوٹ: ہسٹری آف لاہور میں جج محمد لطیف رقم طراز ہیں کہ دارا شکوہ اپنے پیر حضرت ملا شاہ بدخشانی رحمتہ اللہ علیہ ۱۰۲۳ھ - ۱۶۱۴ء میں لاہور آکر حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور تا عمر مجرد رہ کر ۱۰۷۲ھ - ۱۶۶۱ء میں فوت ہوئے ان کے مزار پر بڑے قیمتی پتھر لگوائے ہوئے تھے۔ وہ سب رنجیت سنگھ نے اتروا لئے۔ اسی طرح آپ کے دوسرے مرید خواجہ بہاری رحمتہ اللہ علیہ جن کا روضہ حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے احاطہ درگاہ کے باہر مغربی جانب بلند خشتی چبوترے پر واقع ہے اور جو ۱۰۴۱ھ - ۱۶۳۱ء میں فوت ہوئے تھے ان کے روضہ کے قیمتی پتھر بھی رنجیت سنگھ کے فرانسیسی افسر جرنیل ایوی ٹیبلی نے اتار کر اپنی کوٹھی سجالی تھی اس کے مغرب میں ایک پرانی مسجد ہے جسے گردو پیش بسنے والے مسلمانوں نے اس کے تالاب سمیت مرمت کرا لیا ہے۔ بادشاہ نامہ میں مسطور ہے کہ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے (محمد لطیف)

درگاہ میاں میر کا چشم دید حال

میں نے اسی ذوالحجہ کے مہینے ۱۳۵۵ھ میں (تھسں برس پہلے) جو چشم دید حالات درج تاریخ جلیلہ کئے تھے وہ اب علی حالہا ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ موجودہ نوجوان گدی نشین نے مسجد کے لئے سائبان وغیرہ مہیا کئے ہیں اور مرمت طلب حجروں کو ٹھیک کیا ہے۔ وہ چشم دید حالات ملاحظہ ہوں۔

خانقاہ کی چار دیواری محیط ہے۔ احاطہ بڑا وسیع ہے داخلہ کے لئے جنوب کی طرف دو دروازے ہیں اور شمال کی طرف ایک جنوبی طرف پاس ہی دکانیں ہیں جن میں بتاشے الائچی دانے اور شربت وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔ ہم اسی طرف سے داخل ہوئے روضہ کو عین وسط میں پایا چھ سنگ مرمری سیڑھیاں اوپر پہنچاتی ہیں۔ اس کا چبوترہ میرے قدموں کی پیمائش کے مطابق ہر طرف تقریباً ساڑھے دس قدم ہے یعنی تقریباً ۴ مرلے۔ اس سے نصف رقبہ پر روضہ ہے جس کی دیواریں سوا پانچ پانچ قدم طویل ہیں۔ چبوترے کی شمالی اور جنوبی کونے سے سترہ سترہ قدم پر احاطے کی دیواریں ہیں۔ پنج گنبدی مسجد جنوب کی طرف دس قدم پر ہے جو شمالاً جنوباً ۱۶ اور شرقاً غرباً دس قدم ہے دیواروں سمیت روضہ جتنا ہی ہوگا یعنی ۴ مرلے وضو کے لئے سبیل شمال کی طرف ہے۔ پاس ہی میٹھے پانی کا کنواں ہے۔ ہینڈ پمپ بھی لگا ہے احاطہ کی غربی اور جنوبی دیوار کے ساتھ حجرے ہیں اور مشرقی جانب سجادہ نشینوں اور عقیدت مندوں کی پختہ اور خام قبریں اکثر پر کتبے لگے ہیں۔ سجادہ نشین صاحب کے جھروکے وار نشست گاہ اور زائرین و زائرات کے لئے الگ الگ حجرے لکھ کر نمایاں کئے گئے ہیں الخ

(صفحہ ۱۷۰ تاریخ جلیلہ)

تاریخ رحلت حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ

روضہ کے داخلی دروازہ پر آپ کے مرید ملا فتح اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی موزوں تاریخ یہ لکھی ہے۔

میاں میر سر دفتر عارفاں
کہ خاک درش خاک اکسیر شد

سفر جانب شہر جاوید کرد
ازیں محنت آباد دلگیر شد

خرد بہر سال وفاتش نوشت
بفردوس والا میاں میر شد

۱۰۴۵ھ

عرس حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر جو ۷ ربیع الاول سے شروع ہوتا ہے زائرین کی اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی۔ عوام الناس کے علاوہ دور و نزدیک سے اہل دل اصحاب بھی بڑی عقیدت سے شامل ہوتے ہیں۔ آخری چہار شنبہ مزار کے غسل کا دن بڑا پر رونق ہوتا ہے بعد نماز فجر ختم قرآن شریف ہوتا ہے پھر نعت خوانی ہوتی ہے۔

جج محمد لطیف مرحوم نے تاریخ لاہور میں لکھا ہے کہ علاوہ عرس میلہ کے روضہ پر اور میلے بھی دو برساتی مہینوں کی ہر بدھ کو ہوتے ہیں۔ جو بدھ (چہار شنبہ) کے میلے کہلاتے ہیں (صفحہ ۱۷۶)

حالات دارا شکوہ

دارا شکوہ جس نے حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے مریدوں کے حالات شرح و بسط سے لکھے ہیں مناسب ہے کہ اس کے حالات مختصرا درج کتاب کئے جائیں۔

اس کا دادا جہانگیر اپنی تزک میں ۱۰ جلوس مطابق ۱۰۲۴ھ کے واقعات میں لکھتا ہے کہ دوپہر رات گزری منگل کی رات ۲۹ صفر بہ طالع قوس بابا خرم (شاہ جہاں) کے ہاں آصف خان کی بیٹی سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام میں نے دارا شکوہ رکھا۔ امید ہے کہ اس کا قدم اس دولت ابد' پیوند اور اس کے اقبال مند باپ کے لئے مبارک اور میمون ہو گا۔

مرزا محمد ساقی اپنی تصنیف ساقی نامہ میں رقم طراز ہے کہ جب شاہ جہاں ۱۰۶۷ھ میں لاہور آیا تو دارا شکوہ اسے دہلی سے آگرہ لے جا کر سلطنت کے انتظام و اہتمام میں لگ گیا اور صوبہ جات کی خبریں اور بھائیوں کی عرض داشتیں روک دیں ان کے وکلاء کو قید کر دیا یہ حالت دیکھ کر محمد شجاع اس گمان سے کہ باپ رحلت کر چکا ہے بنگالہ میں تخت نشین ہو گیا۔ مراد بخش نے گجرات میں جلوس کیا اور نگ زیب نے اورنگ آباد سے برہانپور پہنچ کر بادشاہ کی عیادت کی عرضی بھیجی۔ دارا شکوہ نے جواب ارسال کرنے نہ دیا اور فوج شاہی بھائیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کی۔ پہلے پرتاب گڑھ میں اوجین سے سات کوس اورنگ زیب سے جنگ عظیم واقع ہوئی بادشاہی لشکر نے ہزیمت اٹھائی اس کے بعد دارا شکوہ خود بڑی فوج لے کر اکبر آباد سے نکلا مگر مقابلہ میں شکست پا کر دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ اورنگ زیب نے باغ اعزا میں جلوس فرمایا اور باپ کو نظربند کر کے اور مراد بخش کو قید خانہ میں بھیج کر دارا شکوہ کا تعاقب کیا دارا شکوہ لاہور پہنچا اور یہاں سے ملتان' ٹھٹھہ' بکھر اور نواح قندہار پہنچ کر سرگردان پھرا۔ اسی اثنا میں اورنگ زیب نے محمد شجاع کی شورش کی خبر سنی تو فوج کو دارا شکوہ

کے تعاقب میں متعین کر کے خود بنگالہ کی طرف توجہ کی اور آگرہ سے بارہ منزل سرائے کھجوہ کے پاس معرکے کا رن پڑا۔ محمد شجاع شکست پا کر منہزم ہوا۔ اور کچھ عرصہ سرگرداں رہ کر اسی طرف مر گیا۔

دارا شکوہ اس طرف سے گجرات آیا ایک جمعیت فراہم کی اور اجمیر میں عالمگیر سے لڑ کر شکست کھائی۔ پھر گجرات کی طرف بھاگ گیا وہاں سے گرفتار ہو کر دہلی میں یکم ذالحجہ ۱۰۶۹ھ کو قتل ہوا۔

تاریخ تالیف کتاب حیات میاں میر رحمتہ اللہ علیہ
(از پیر غلام دستگیر نامی مولف کتاب ہذا)

حیات میاں میر تالیف شد
چو از کلک نامی بصد آبرو
مرا گفت ہاتف کہ تاریخ آں
"حیات میاں میر خوب" است گو

۱۳۷۸ھ